﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۷رمئی ۲۰۰۴ء | ۱۶ربیع الاوّل ۱۴۲۵ہجری قمری ۷رہجرت ۱۳۸۳ہجری شمسی | شمارہ ۱۹

خدا زیادہ قدرت رکھتا ہے

حضرت ابومسعودؓ ایک بار اپنے غلام کو مار رہے تھے ۔
آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا:
خبردار! خداتعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے ۔
اس پر حضرت ابومسعودؓ نے فوراً اس غلام کو آزاد کردیا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب وغریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں

ابتلاؤں سے رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں

’’اصل بات یہ ہے کہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر اُن کو بالکل بیکار چھوڑ دیا جائے تو پھر اُن کی طاقتیں زائل اور ضائع ہوجاویں اور اس طرح پر اس کو پورا کیا جاتا ہے۔ بظاہر ہر ورزش کرنے سے اعضاء کو تکلیف اور کسی قدر تکان اُن کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح پر ہماری فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ تکمیل ہوجاوے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہوتا ہے جو وہ انسان بعض اوقات ابتلاؤں میں ڈال دیتا ہے۔اس لئے اس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں۔جس شخص کو خدا پر یقین نہیں ہوتا ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ذراسی تکلیف پہنچنے پر گھبرا جاتے ہیں اور وہ خودکشی میں آرام دیکھتا ہے،مگر انسان کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر اس قسم کی ابتلاء آویں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین بڑھے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن جن کو تفرقہ اور ابتلاء نہیں آتا ان کا حال دیکھو کہ کیسا ہوتا ہے۔وہ بالکل دنیا اور اس کی خواہشوں میں منہمک ہو گئے ہیں۔ان کا سر اُوپر کی طرف نہیں اٹھتا۔خداتعالیٰ کا ان کو بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو ضائع کردیا اور بجائے اس کے ادنیٰ درجہ کی باتیں حاصل کیں،کیونکہ ایمان اور عرفان کی ترقی ان کے لئے وہ راحت اور اطمینان کا سامان پیدا کرتے جو کسی مال و دولت اور دنیا کی لذت میں نہیں ہیں۔مگر افسوس کہ وہ ایک بچہ کی طرح آگ کے انگارہ پر خوش ہوجاتے ہیں اور اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں، لیکن جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور جن کو ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور ان پر ابتلاء آتا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی ابتلاء نہیں آیا وہ بدقسمت ہیں۔وہ ناز و نعمت میں رہ کر بہائم کی زندگی بسر کرتے ہیں۔اُن کی زبان ہے مگر وہ حق بول نہیں سکتی۔خدا کی حمد و ثنا اس پر جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے کے لئے اور مزہ چکھنے کے واسطے ہے۔اُن کی آنکھیں ہیں مگر وہ قدرت کا نظارہ نہیں دیکھ سکتیں،بلکہ وہ بدکاری کے لئے ہیں۔پھر ان کو خوشی اور راحت کہاں سے میسّر آتی ہے۔یہ مت سمجھو کہ جس کو ھم وغم پہنچتا ہے وہ بدقسمت ہے۔نہیں۔خدا اُس کو پیار کرتا ہے جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور جرّاحی کا عمل ضروری ہے۔غرض یہ انسانی فطرت میں ایک امر واقع شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس میں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۴۷ جدید ایڈیشن)

MTA سٹوڈیو،بینن‘‘ کا افتتاح،واقفین نو کی کلاس کا جائزہ اور ہدایات،مبلغین سے میٹنگ،پریس کے نمائندوں سے ملاقات،ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ، انصاراللہ کی نیشنل عاملہ کے ممبران کی رہنمائی

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورہ مغربی افریقہ کے موقع پر بینن (Benin) میں مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ مرتبہ:عبدالماجد طاہر۔ایڈیشنل وکیل التبشیر۔لندن)

۱۰/اپریل ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ:

آٹھ بجے حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔اس کے بعد فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو پونے دس بجے تک جاری رہیں۔

دس بجے حضور انور نے دعا کے ساتھ ’’ایم ٹی اے سٹوڈیو،بینن‘‘ کا افتتاح فرمایا۔اور ہدایت فرمائی کہ MTA کے لئے ڈاکومنٹری فلم تیار کریں اور بھجوائیں۔اس پروگرام میں بینن کا کلچر وغیرہ بھی دکھائیں۔

ایم ٹی اے سٹوڈیو کے افتتاح کے بعد حضور انور ’’وقف نو کلاس‘‘ کے لئے تشریف لے گئے جس کا انتظام قریب ہی ایک ہوٹل کے ہال میں کیا گیا تھا۔ بچوں نے فرنچ زبان میں اپنے پروگرام پیش کئے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کا نماز،نماز باترجمہ اور

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

فرمودات خلفاء

قرآن کریم اور فطرت انسانی

حضرت مصلح موعودؓ سورۃ العبس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کے متعلق مُطَهَّرَةٌ اور صحابہؓ کے متعلق بَرَرَةٌ کا لفظ استعمال کرکے اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن کریم اپنے اندر کوئی ایسی بات نہیں رکھتا جو فطرت انسانی کے خلاف ہو۔تمام باتیں جو فطرت انسانی کو ابھارنے والی ہیں وہ اس کے اندر موجود ہیں اور تمام باتیں جو فطرت انسانی کو بگاڑنے والی ہیں ان سے وہ پاک ہے۔اس وجہ سے وہ لوگ جو اس کتاب سے تعلق رکھنے والے ہوں گے وہ بھی ایسے ہوں گے کہ اس کی ساری باتوں پر عمل کریں گے اور ان ساری باتوں سے بچنے کی کوشش کریں گے جن سے قرآن کریم نے روکا ہے۔غرض بَرَرَة کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ مومن اپنا پورا زور اس بات پر صرف کریں گے کہ قرآن کریم نے جن باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کریں ۔ اور وہ پورا زور اس بات پر صرف کریں گے کہ قرآن کریم نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے مجتنب رہیں اور اس طرح وہ بَرَرَةٌ ہوں گے یعنی اس کے نتیجہ میں کامل متقی بن جائیں گے ۔جب انسان اس مقام پر نہیں ہوتا اور وہ اسی شش و پنج میں مبتلا رہتا ہے کہ مَیں قرآن کریم کی بات کو مانوں یا نہ مانوں تو بَرَرَةٌ میں شامل نہیں سمجھا جاسکتا۔اور نہ قرآن کو مُطَهَّر سمجھنے والا قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اگر وہ قرآن کریم کو مُطَهَّر سمجھتا اور یقین رکھتا کہ قرآن کریم نے ہر وہ تعلیم دی ہے جس کی فطرت انسانی کو پیاس ہے اور ہر اس بات سے روکا ہے جو فطرت کو مسخ کرنے والی ہے تو وہ اس کے احکام پر عمل بھی کرتا اور اس کے نواہی سے بچنے کی بھی کوشش کرتا مگر جب وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں کہ نہ وہ قرآن کے مطہر ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور نہ اپنے آپ کو بَرَرَةٌ میں شامل کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مُطَهَّرَةٌ کے مقابل پر بَرَرَةٌ رکھا ہے،یہ بتانے کے لئے کہ ان دونوں میں نسبت پائی جاتی ہے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۷۵)

زندہ قوموں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ ان کے نوجوان اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے قائم مقام بن جائیں۔

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اداریہ

جامعہ احمدیہ

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ جیسے جیّد عالم کی وفات پر مدرسہ احمدیہ کی بنیادرکھی تا کہ جماعت کاعلمی معیار بلند سے بلندتر ہوتا چلا جاوے اور دینی خدمات سرانجام دینے والے خوش قسمت لوگ ہمیشہ جماعت کو میسّر آتے چلے جاویں۔

مدرسہ احمدیہ کے ابتدائی اساتذہ اور جماعت کی علمی ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں میں حضرت مولانا نورالدینؓ (خلیفۃ المسیح الاوّل)، حضرت مولوی محمد احسن صاحب، حضرت مولانا برہان الدین جہلمی صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ علیہم کے اسمائے گرامی بہت نمایاں ہیں۔اسی طرح مدرسہ احمدیہ کے ابتدائی نگرانوں اور منتظمین میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے گرامی قدر فرزندوں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے نام بھی شامل ہیں جنہوں نے مختلف حیثیتوں میں جماعت کی علمی ترقی کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

خلافت ثانیہ میں مدرسہ احمدیہ اپنی ترقی یافتہ حالت میں جامعہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہوا، جامعہ احمدیہ کے ابتدائی پرنسپل حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ مقرر ہوئے۔حضرت مولوی صاحب جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق وصداقت کی حمایت کرنے والا شیر ببر قرار دیا تھا مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔آپ کا علمی مقام اتنا بلند تھا کہ دارالعلوم دیوبند اور کسی بھی دوسرے مدرسہ میں آپ بڑے سے بڑے منصب پر فائز ہوکر دنیوی لحاظ سے بہت خوشحال زندگی گزار سکتے تھے مگر آپ نے ایسی پیشکشوں کو نظرانداز کرتے ہوئے قادیان میں رہائش کو ترجیح دی جہاں کسی دنیوی وجاہت و لالچ کا کوئی سامان میسر نہ تھا البتہ مسیح دوراں کی فیض مصاحبت کا قابل رشک موقع ضرور میسر تھا۔

حضرت مولوی صاحب کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اس ادارہ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور ان کے بعد حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

جامعہ احمدیہ ترقی کی منازل طے کررہا تھا۔علمی میدان کے علاوہ خدمت کے اور کئی میدانوں میں جامعہ کے طالب علم اور اساتذہ پیش پیش تھے کہ برصغیر کی تقسیم کی وجہ سے حالات تبدیل ہوگئے۔پاکستان میں آکر کسمپرسی کی ایسی حالت تھی جو آج پوری طرح تصور میں بھی نہیں آسکتی۔اساتذہ ادھر ادھر چلے گئے۔طالب علموں کا شیرازہ بکھر گیا۔اس پر مستزاد یہ کہ جامعہ احمدیہ کے لئے نہ کوئی عمارت نہ کوئی فرنیچر اور نہ ہی کوئی اور سامان تھا۔ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی میں برکت عطا فرمائی۔ایک متروکہ عمارت میں ایک خستہ حال چٹائی پر پھر سے جامعہ احمدیہ شروع ہوگیا۔حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اس وقت قادیان میں تھے حضرت حافظ مبارک احمد صاحب واحد استاد تھے جو اکلوتی چٹائی پر مختلف درجوں کے چند شاگردوں کو درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی آمد پر انہوں نے اس بے سامان جامعہ کا چارج لے لیا۔جامعہ احمدیہ لاہور سے چنیوٹ اور چنیوٹ سے احمدنگر منتقل ہوا۔جانور باندھنے کی جگہ جو اصطبل کے نام سے مشہور تھی جامعہ احمدیہ کا مستقر بنی اور آہستہ آہستہ یہ قافلہ آگے بڑھنے لگا۔احمدنگر سے جامعہ احمدیہ کی ربوہ منتقلی بھی عجیب حالت میں ہوئی۔لنگرخانہ کے لئے ایک عارضی عمارت جس میں جگہ جگہ روٹی پکانے والے تنور لگے ہوئے تھے جامعہ احمدیہ کو مل گئی اور جامعہ احمدیہ کے اساتذہ اور طالب علم اس اعزاز وسہولت پر خوش ہوگئے کہ بالآخر ہم مرکز میں پہنچ گئے ہیں یہاں تک پہنچتے پہنچتے کچھ کتب کچھ چارپائیاں اور بستر بھی میسر آچکے تھے مگر ان کو رکھنے کے لئے جگہ بنانے میں ہر طالب علم نے اینٹوں، روڑوں اور پتھروں کی مدد سے میز اور کرسیاں ایجاد کیں مگر بارش ہوجانے کی صورت میں عارضی کمرے اس کثرت سے ٹپکتے تھے کہ چھت کی مٹی سے بچنے کے لئے باہر بارش میں بھیگنا بہتر لگتا تھا اور کتابوں وغیرہ کو چھپانے یا محفوظ کرنے کے لئے پانی رکھنے کی لوہے کی ٹینکیوں سے مدد لینی پڑتی تھی۔تحریک جدید کے پختہ دفاتر بن گئے تو جامعہ احمدیہ کو کچے دفاتر کی جگہ میسر آگئی اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی کوشش ونگرانی سے ایک پختہ عمارت کرائے پر حاصل کی گئی اور جامعہ کی اپنی عمارت بھی تعمیر ہوگئی۔

جامعہ احمدیہ کی یہ مختصر روئیداد اس لئے یاد آگئی ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں جامعہ احمدیہ خوشنما پھل اور پھول پیدا کررہا ہے۔ربوہ میں قدیم جامعہ کے ساتھ وسیع پیمانہ پر جدید جامعہ بھی زیرتعمیر ہے۔غانا میں بھی جامعہ احمدیہ کی ایک شاخ بڑے وسیع پیمانے پر شروع ہوچکی ہے۔انڈونیشیا اور تنزانیہ کے بعد اب کینیڈا بھی اس نہایت بابرکت کام میں شامل ہوچکے ہیں اور حضور ایدہ اللہ نے مغربی افریقہ کے دورہ میں غانا کے علاوہ نائیجیریا میں بھی جامعہ احمدیہ کا معائنہ فرمایا اور واقفین زندگی کو نہایت قیمتی اور ضروری نصائح فرمائیں۔

قادیان میں ایک سو سال پہلے بویا جانے والا یہ بیج ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہیں اور شاخیں اطراف عالم میں پھیل چکی ہیں۔اَللّٰھُمَّ زِدْ وَبَارِکْ ۔

(عبدالباسط شاہد)

بزم آرا پھر ہوا پھولوں کا شہزادہ چلو!

مے کشو! تازہ کریں پھر سنّتِ بادہ ، چلو!
سوئے میخانہ بہ حسبِ گرمئی وعدہ ،چلو!
''بعد اک مدت کے پھر آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا''
اُڑ کے پہنچو ، سر کے بل جاؤ کہ پا پیادہ چلو
چل پڑے سوئے سفر تو لوٹ کے کیا دیکھنا
ہو کے پھر بیگانہ ہائے منزل و جادہ چلو!
داد اور بیداد تو ہے منحصر توفیق پر
جام ہو، مینا ہو یا پیمانۂ سادہ ۔ چلو!
عندلیبان چمن کو ہو نوید سرخوشی!
بزم آرا پھر ہوا پھولوں کا شہزادہ ،چلو!
نور کب دیکھا کسی نے خاک آنکھوں سے حبیبؔ
اشک میں تبدیل کر کے دید کا مادہ چلو!
حضرت احمدؑ سے لیکر حضرتِ مسرور تک
مَیں تو ہوں ساحرؔ درِ اقدس کا دلدادہ ،چلو!

(ایچ۔آر۔ساحرؔ۔امریکہ)

کماسی میں استقبال پر..........

تاریک سرزمیں پہ خود اترا ہے آفتاب
کیا ہوگا اس سے بڑھ کے کوئی اور انقلاب

وہ خاک جس کو خاک برابر تھے جانتے
خوش بختیاں تو دیکھئے اس خاک کی جناب

جو مانگتے تھے مل گیا آخر انہیں ثبوت
جو ہے خدا کا ، سارے جہاں کا ہے انتخاب

دستِ دعا جو دستِ صبا کی طرح اٹھا
لاکھوں دلوں پہ لکھتا گیا عشق کی کتاب

دیکھا ہے تیرے حسن کا اک اور زاویہ
کھلنے لگا ہے عشق و وفا کا اک اور باب

سب یوں نظر اٹھائے تجھے دیکھتے رہے
جیسے اتر رہی ہو فلک سے کوئی کتاب

جس طور سے حضور دلوں پر ہیں حکمراں
دنیا کی بادشاہتیں سب ہیں خیال و خواب

(آصف محمود باسطؔ)

جماعتی تربیت اور اس کے اصول

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (ایم اے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(دوسری قسط)

تربیت عامہ کے اصول

گھریلو ماحول سے تعلق رکھنے والی تربیتی ہدایات بیان کرنے کے بعد میں تربیت عامہ کے سوال کو لیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے شروع مضمون میں اشارہ کیا ہے تربیت سے مراد مناسب تعلیم و تلقین اور مناسب تنظیم اور مناسب ماحول کے ذریعہ کسی جماعت کو اس حقیقت پر قائم کرنا ہے جو اس جماعت کے قیام کی اصل غرض و غایت ہے۔ اس تعریف کے ماتحت مسلمانوں کی تربیت یا زیادہ معین صورت میں جماعت احمدیہ کی تربیت سے یہ مراد ہوگی کہ انہیں اسلام اور احمدیت کی حقیقت پر اس طرح قائم کر دیا جائے کہ ان کا ایمان اور ان کے اعمال پوری طرح اسلامی ڈھانچے میں ڈھل جائیں۔ اور ان کا کوئی قدم قرآن کے احکامات اور حدیث کے ارشادات اور احمدیت کی تشریحات اور نظام جماعت کی ہدایات کے خلاف نہ اُٹھنے پائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ میرے اس مختصر سے مضمون میں ان ساری باتوں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے میں اس جگہ صرف چند موٹی موٹی باتوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ چند باتیں جو میں اس جگہ بیان کروں گا ایسی اصولی نوعیت کی ہوں گی کہ ان پر عمل کرنے سے ہمارے دوست انشاء اللہ خود بخود سینکڑوں تفصیلی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق پاسکیں گے۔ اور اس کے بعد میں انشاء اللہ مختصر طور پر چند وہ ذرائع بیان کروں گا جو جماعت احمدیہ کی بنیادی تنظیم کے قیام اور مطلوبہ تربیت کے حصول کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر ہماری جماعت کبھی بھی اس مقام کو حاصل نہیں کرسکتی جو اس کے قیام کی اصل غرض و غایت ہے۔ وَمَا توفیقی اِلَّا باللّٰہ العلیّ العظیم۔

تربیت کے چند اہم پہلو

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے تربیت کاملہ تو اس بات کا نام ہے کہ ہر احمدی قرآن مجید کے سات سو احکام کے علاوہ حدیث کے ارشادات اور احمدیت کی ہدایات کے سامنے اپنی گردن اس طرح رکھ دے جس طرح ایک قربانی کے جانور کی گردن ذبح کرنے والے کی چھری کے سامنے رکھ دی جاتی ہے۔ یہ وہی حقیقت ہے جس کی طرف قرآن مجید نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ ”بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ“ یعنی سچا مسلمان جو اپنے آسمانی آقا کی طرف سے کامل اجر پانے کا مستحق ہے صرف وہ ہے جو اپنے آپ کو کلیۃً خدا کی مرضی پر ڈال دے اور (جیسا کہ مُحْسِنٌ کے لفظ میں اشارہ ہے) ہر وقت خدا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے“۔ اس غرض کے پیش نظر خدا نے مومنوں کے لئے تقویٰ کا مقام مقرر فرمایا ہے جو گویا اسلام کی جان ہے۔ پس سب سے پہلے میں اس کو لیتا ہوں۔

تقویٰ کا بلند مقام

سو جاننا چاہئے کہ تقویٰ کسی عمل کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ دل کے اس جذبہ کا نام ہے جو اعمال کے مقابل پر روح کا درجہ رکھتا ہے اور تقویٰ کا مقام دل ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ﴿وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾۔ یعنی جو شخص خدا کی طرف رہنمائی کرنے والی **مقدس ہستیوں اور مقدس مقامات اور مقدس صحائف** کی عزت کرتا اور ان کی عظمت کو برقرار رکھتا ہے وہی اس تقویٰ پر قائم سمجھا جا سکتا ہے جس کا صدر مقام دل ہے۔

پس تقویٰ کسی عمل کا نام نہیں بلکہ اعمال صالحہ کی روح کا نام ہے اور تقویٰ سے مراد دل کا وہ مستقل جذبہ ہے جس کے ماتحت انسان ہر قدم اُٹھاتا ہوا خدا کی طرف دیکھتا ہے کہ میں کوئی بات اس کی رضا کے خلاف تو نہیں کر رہا۔ متقی انسان ہر امر میں خدا کی ناراضگی سے بچتا اور ہر وقت اس کی رضا کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ دراصل تقویٰ وہ جڑھ ہے جس سے عمل صالحہ کا درخت پیدا ہوتا ہے اور جب تک یہ جڑھ قائم ہے انسان کے لئے خدا کے فضل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ؎

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

اس شعر کا دوسرا مصرعہ الہامی ہے اور اپنے ساتھ خدا کی مہر تصدیق رکھتا ہے پس ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کریں یہ ایسا زبردست تعویذ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی ابتلاء انسان کو متزلزل نہیں کرسکتا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب اعلیٰ درجہ کے نیک اعمال ہیں۔ مگر وہ ریاء سے بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں عادت کا بھی دخل ہوسکتا ہے۔ مگر تقویٰ ان سب خطرات سے بالا ہے۔ وہ ریاء اور عادت اور جبر اور ماحول کی تاثیرات سے اسی طرح محفوظ ہے جس طرح ایک مضبوط قلعہ چوروں اور رہزنوں اور ڈاکوؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ایمان اور عمل صالح کی دو بنیادی نیکیاں نماز اور انفاق فی سبیل اللہ

تقویٰ اللہ ہی کی مزید تشریح کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے کہ جو شخص سچا متقی ہوتا ہے وہ لازماً ایمان اور عمل صالح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوجاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اپنے ہدایت نامہ کے بالکل آغاز میں ہی فرماتا ہے:۔

﴿هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔﴾

یعنی قرآن متقیوں کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم کرتے اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (خدا کے رستہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اے رسول اس ہدایت پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اُس پر بھی جو تجھ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوتی رہی ہے اور وہ تیرے بعد آنے والی (وحی) پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی نظر میں ہدایت پر قائم ہیں اور یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے“۔

اس جامع آیت میں خدا تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کا ایک ایسا لطیف خاکہ پیش فرمایا ہے جو مسلمانوں کی تربیت کے لئے عموماً اور جماعت احمدیہ کی تربیت کے لئے خصوصاً بنیادی پتھر کا کام دے سکتا ہے حضرت خاتم الرسل سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانے کی بحث میں تو مجھے اس جگہ جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایمان ہر مسلمان کے دل میں نقش فی الحجر کے طور پر قائم ہے اور آپؐ کی ذات والا صفات پر ایمان لانا اسلام کا وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر سب کچھ ہیچ ہے اور آپؐ کو افضل الرسل اور سید الاولین والآخرین اور خاتم النبیین یقین کرنا اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو آخری شریعت ماننا ہر احمدی کی روح کی قرارگاہ ہے۔ اسی طرح مجھے اس جگہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے کی بحث میں بھی جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے لئے ان پر ایمان لانا رسول پاکؐ پر ایمان لانے کے واسطے سے ہے نہ کہ براہِ راست اور اسی طرح مجھے اٰخِرَة والی وحی کی بحث میں بھی جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ آنخضرت ﷺ کی وحی کی ظل اور آپ کے مبشرات کی حامل ہونے کی وجہ سے ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہے۔ اسی لئے میں اس جگہ صرف ایمان بالغیب اور اقامة الصلوة اور اِنْفَاق فِی سَبِیْلِ اللّٰه کی بحث پر اکتفا کروں گا۔

سو ہر شخص جو غور کا مادہ رکھتا ہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ تین امور جن کا اس آیت میں ذکر ہے اور جن میں سے ایک ایمان سے تعلق رکھتا ہے اور دو عمل صالح کا حصہ ہیں، اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہیں۔ ایمان بالغیب سے مراد وہ بنیادی امور ہیں جن پر ایک مومن کے ایمان کی بنیاد ہوتی ہے یعنی خدا پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان اُخروی زندگی پر ایمان اور قانون قضا و قدر پر ایمان۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہئے کہ میرا ایک خدا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو میرا حاکم و مالک اور میرا حافظ و رازق ہے اور میرا یہ اولین فرض ہے کہ اس کے ساتھ ذاتی رابطہ اور ذاتی تعلق قائم کروں اور اُسے اپنے لئے ایک خیالی بت نہ رہنے دوں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہئے کہ دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے جس طرح خدا نے مادی اسباب پیدا کئے ہیں اسی طرح اس نے روحانی اسباب کے طور پر فرشتے بھی پیدا کئے ہیں جو بظاہر نظر نہ آنے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں نیکی کی تحریک کرتے اور بدی سے روکتے ہیں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہئے کہ موت کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے جس میں اُسے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور ہر احمدی کے دل میں یہ بات بھی راسخ ہونی چاہئے کہ روحانی ہدایت ناموں کے علاوہ دنیا کا مادی کارخانہ بھی خدا کے بنائے ہوئے قانون قضاء و قدر کے ماتحت چل رہا ہے خواہ یہ قانون خیر سے تعلق رکھتا ہو یا کہ شر سے۔ یہ سب باتیں جو غیب سے تعلق رکھتی ہیں ہر احمدی کے دل میں ایک زندہ اور تابندہ حقیقت کے طور پر اس طرح راسخ ہونی چاہئیں کہ کوئی ابتلاء اور کوئی طوفان اسے اس حقیقت سے متزلزل نہ کرسکے۔

اس کے بعد قرآن دو بنیادی نیکیوں کو لیتا ہے جو سارے اعمال صالحہ کا نچوڑ ہیں۔ ان میں سے ایک نماز ہے اور دوسری انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ نماز خدا کا حق ہے جو خدا کے ساتھ بندے کا ذاتی تعلق قائم کراتی اور اُس کے عظیم الشان پاور سٹیشن کے ساتھ بندے کے دل کی تاروں کا جوڑ ملا کر اس کے سینہ میں ایک دائمی شمع روشن کر دیتی ہے۔ اسی لئے آنخضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق حقیقی نماز وہی نماز سمجھی جاتی ہے جس میں نماز پڑھنے والا اس یقین سے معمور ہو کہ میں اس وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے نماز منکرات اور فحشاء سے روکنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ نماز کا لطیف ترین حصہ دُعا ہے۔ جس میں بندہ خدا کو مخاطب کر کے اُس سے گویا ہم کلام ہوتا ہے۔ اسی لئے آنخضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ“ یعنی جس طرح ایک ہڈی کی جان اس کے گودے میں ہوتی ہے جس کے بغیر وہ ایک بیکار چیز سمجھی جاتی ہے اسی

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

طرح نماز کی جان دعا میں ہے۔جس کے بغیر نماز ایک بے جان سی چیز بن جاتی ہے‘‘۔پس دوستوں کو چاہئے کہ نہ صرف نماز کی پابندی اختیار کریں بلکہ نماز میں دعاؤں کی بھی عادت ڈالیں۔قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُاْ بِكُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآءُ كُمْ ﴾

’’یعنی اے رسول تو لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوں تو میرے خدا کو تمہاری کیا پرواہے‘‘۔

دوسرا عملِ صالحہ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ انفاق فی سبیل اللہ ہے یعنی خدا کے دئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرنا یہ گویا بندوں کا حق ہے۔اور اس سے زکوٰۃ کے علاوہ وہ چندے بھی مراد ہیں جن کے ذریعہ جماعت کے مشترکہ کاموں یعنی تبلیغ اور تعلیم اور اشاعتِ لٹریچر اور تنظیم اور مہمان نوازی اور غریبوں کی امداد اور رفاہِ عام کے دوسرے کاموں کا انتظام کیا جاتا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ نماز کی طرح انفاق فی سبیل اللہ بھی اسلام کی بنیادی نیکیوں میں سے ہے اور کوئی شخص اس کے بغیر سچا احمدی نہیں سمجھا جاسکتا اس طرح اس چھوٹی سی آیت میں خدا تعالیٰ نے گویا اسلام کا مکمل خلاصہ پیش کردیا ہے جو یہ ہے کہ نماز کے ذریعہ خدا کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ جماعتی کاموں میں حصہ لو۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو احمدی سچے دل سے ان دو نیکیوں کو اختیار کرے گا وہ باوجود بعض بشری کمزوریوں کے اسلام او راحمدیت کا ایک عمدہ نمونہ بن جائے گا۔بشرطیکہ یہ کام تقویٰ کی بناء پر ہو اور ان میں ریاء یا عادت کا دخل نہ ہو۔

اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کے وسیع مفہوم میں زکوٰۃ اور جماعتی چندوں کے علاوہ یہ بات بھی شامل ہے کہ مومنوں کو صرف اپنے مال میں سے ہی نہیں بلکہ ہر اُس نعمت میں سے بھی جو اُنہیں خدا کی طرف سے ملی ہو خدا کا حصہ نکالنا چاہئے جس طرح مومن کا مال خدا کا رزق ہے اسی طرح اس کے قویٰ اور اس کے دل و دماغ طاقتیں بھی خدا کا رزق ہیں۔اس کے اوقات اور اس کی زندگی کے لمحات بھی خدا کا رزق ہیں اور اس کا علم بھی خدا کا رزق ہے۔پس تمام سچے احمدیوں کا فرض ہے کہ ان سارے رزقوں میں سے خدا کا حصہ نکالیں جس کے بغیر ان کی تربیت مکمل نہیں ہوسکتی۔

تین خاص کمزوریوں سے اجتناب کا حکم۔

شرکِ خفی، عقوق الوالدین اور جھوٹ

اس کے بعد میں ان تین بدیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو خاص طور پر ہوشیار کیا ہے اور ان بدیوں کے ذکر کے ذریعہ مومنوں کو اشارہ فرمایا ہے کہ ان بدیوں کے مقابلہ کی نیکیوں کو اختیار کرکے خدا کے سچے عبد بننے کی کوشش کریں۔آپ فرماتے ہیں:۔

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَآئِرِ ثَلَاثًا۔ قَالُوْا بَلٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰه ۔ قَالَ اَلْاِ شْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقِ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ اَلَا وَقَوْلَ الزُّور فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ۔

’’یعنی کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ اور آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرماویں۔آپؐ نے فرمایا تو پھر سنو سب سے بڑا گناہ خدا کا شرک ہے اور اس کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔اور پھر (یہ کہتے ہوئے آپؐ تکیہ کا سہارا چھوڑ کر اُٹھ بیٹھے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ پھر) جھوٹ بولنا سب سے بڑا گناہ ہے اور آپؐ نے یہ الفاظ اتنی دفعہ دُہرائے کہ ہم نے آپؐ کی تکلیف کا خیال کرکے دل میں کہا کاش! اب آپؐ خاموش ہوجائیں اور زیادہ کوفت نہ اُٹھائیں‘‘۔

یہ صحیح حدیث ایک نہایت لطیف تربیتی سبق پر مشتمل ہے جسے ہر سچے مسلمان اور سچے احمدی کو اپنا حرزِ جان بنانا چاہئے۔سب سے پہلی بات شرک ہے۔یعنی خدا کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شرک ٹھہرانا۔مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں شرک سے مراد بت پرستی یا ظاہر شرک نہیں ہے کیونکہ بت پرستی کا تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کے کلمہ طیبہ کے ساتھ ہی خاتمہ ہوجاتا ہے جو گویا اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔اور پھر ایمان بالغیب میں اس کا ذکر بھی آچکا ہے۔پس یہاں شرک سے مراد شرک خفی ہے جس میں بدقسمتی سے آجکل اکثر مسلمان اور کئی احمدی بھی غلطی سے مبتلا ہوجاتے ہی۔مخفی شرک سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہئے۔یا کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت رکھی جائے جو صرف خدا کے ساتھ رکھنی چاہئے۔یا کسی چیز پر ایسا بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا پر کرنا چاہئے۔اسلام دین و دنیا کے مختلف کاموں میں ظاہری تدبیروں کے اختیار کرنے سے ہرگز نہیں روکتا۔مگر ان پر بھروسہ کرنے اور انہیں ہی کامیابی کا آخری سہارا سمجھنے سے ضرور روکتا ہے کیونکہ یہ ایک مخفی شرک ہے جسے اسلام کی توحید کا بلند نظریہ کسی صورت میں برداشت نہیں کرسکتا۔تم نے کوئی امتحان دینا ہو تو بے شک محنت کرو اور ضرور کرو مگر کامیابی کا آخری سہارا خدا کو سمجھو۔تم پر کوئی مقدمہ ہو تو بے شک کسی قابل وکیل کے ذریعہ مقدمہ کی پیروی کرو اور ضرور کرو مگر اس بات کو نہ بھولو کہ کامیابی کی آخری کنجی خدا کے ہاتھ میں ہے۔تم بیمار پڑجاؤ تو بے شک کسی ماہر ڈاکٹر سے علاج کراؤ اور ضرور کراؤ۔مگر دل میں یہ یقین رکھو کہ تمہاری شفایابی کی انتہائی کڑی خدا کے قبضہ میں ہے۔یہ ایک مشکل مقام ہے۔مگر سوچو تو توحید کا اصل مقام یہی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ۔

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست
آں بتِ تُست اے بایماں سست
پُر حذر باش زیں بتان نہاں
دامنِ دل زِدستِ شاں برہاں

’’یعنی ہر وہ چیز جو خدا کے مقابل پر تیرے دل میں ہے وہ تیرے لئے ایک بت ہے۔اے سست ایمان والے شخص! تجھے چاہئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہ اور اپنے دل کے دامن کو ان سے بچا کر رکھ‘‘۔

دوسری ہدایت جو اس حدیث میں دی گئی ہے وہ والدین کی خدمت سے غفلت برتنے کے متعلق ہے جسے اسلام نے گویا مخفی شرک سے دوسرے نمبر کا گناہ شمار کیا ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ عقوق الوالدین سے ماں باپ کی نافرمانی ہی مراد نہیں۔کیونکہ یہ تو ایک محض منفی قسم کی چیز ہے بلکہ والدین کا واجبی احترام نہ کرنا اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا اور ان کے جذبات کا خیال نہ رکھنا بھی اس ارشاد کے مفہوم میں شامل ہے۔چنانچہ دوسری جگہ آنحضرت ﷺ نے عقوق الوالدین کی جگہ برالوالدین کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔جس میں والدین کی اطاعت اور خدمت اور محبت کا مفہوم واضح طور پر داخل ہے۔مگر افسوس ہے کہ آجکل کئی نادان لوگ اپنے بیویوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے یا اپنی اولاد میں حد سے زیادہ شغف رکھنے کی بناء پر والدین کی خدمت اور اُن کے واجبی احترام کے معاملہ میں غافل ہونے لگتے ہیں۔حالانکہ اسلام نے والدین کو بہت بڑا درجہ دیا ہے اور ماں کے متعلق تو آنحضرت ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔اور قرآن شریف فرماتا ہے کہ سوائے اس کے کہ کسی کے والدین اسے شرک کی تعلیم دیں اور کسی اور چیز کو خدا کے حکم کے مقابل پر کھڑا کریں بچوں کا فرض ہے کہ ماں باپ کے ہر حکم کو مانیں۔پس بے شک بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور اولاد کی محبت آمیز پرورش ہر مسلمان کا فرض ہے جس کے متعلق اسلام میں بہت تاکید پائی جاتی ہے لیکن ’’گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی‘‘

تیسری بات جو اُوپر والی حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ راست گفتاری سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے آقا ﷺ کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی اور آپؐ کے دل میں مسلمانوں کے اندر سچ بولنے کی عادت پیدا کرنے کا اتنا جوش تھا کہ جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے آپؐ جھوٹ کے خلاف نصیحت فرماتے ہوئے جوش کے ساتھ اُٹھ بیٹھے اور بار بار یہ الفاظ دہرائے کہ اَلَا وَ قَوْلَ الزُّوْرِ، اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ یعنی کان کھول کر سن لو، ہاں پھر کان کھول کر سن لو کہ اسلام میں شرک اور عقوق الوالدین سے اُتر کر سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔دراصل جھوٹ بولنا اپنی ذات میں ہی ایک نہایت ذلیل قسم کا گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں پر جرأت دلانے اور ان پر پردہ ڈال کر گناہ کے سلسلہ کو لمبا کرتے چلے جانے کی ایک ناپاک مشینری بھی ہے۔پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اس طرح نفرت کرے جس طرح ایک مردہ اور متعفن لاش سے نفرت کی جاتی ہے۔حق یہ ہے کہ احمدیت اور سچ بولنا ہم معنی الفاظ ہونے چاہئیں۔کاش ہمارے سب دوست اس وصف کو اپنا طرّہ امتیاز بنائیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

Kaiser Travel

Tel: 040-89726601 Mob: 0177-7601843 Fax : 040-89726603

اپنے کرم فرماؤں کے لیے خوشخبری

دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ہمارے ہاں ہر ائیرلائن کی ٹکٹوں کی سہولت موجود ہے۔

پاکستان کے لئے ہماری سپیشل افر

☆GULF AIR فرینکفرٹ سے کراچی، اسلام آباد، پشاور، لاہور 429.-Euro

سستی اور یقینی نشستیں حاصل کرنے کیلئے جلد سے جلد رابطہ کریں! بکنگ کی کوئی فیس نہیں!

گرمیوں کی چھٹیوں میں پریشانی سے بچنے کیلئے ابھی سے بکنگ کروائیں

Preis gilt bis zum 30.06.2004☆Alle Priese sind in Euro ohne Tax

Änderung und Druckfehler vorbehalten.

ACHTUNG! Storno Gebühren nach der Ticket ausstellung zwichen 100 und 150 Euro p.Person

TOWNHEAD
PHARMACY

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS NEEDS

31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
Tel: 0141-211-8257

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

خطبہ جمعہ

حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے

ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ اپنی ظاہری و باطنی صفائی کی طرف خاص توجہ دے

دنیا میں ہر جگہ جماعتی عمارات صفائی و سرسبزی کے لحاظ سے منفرد نظر آئیں

مساجد کے ماحول کو بھی پھولوں اور کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھیں

(طہارت و صفائی کے متعلق اسلامی تعلیمات کا پُر اثر بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۲۳؍اپریل ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۳؍شہادت ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

اسلام ایک ایسا کامل اور مکمل مذہب ہے جس میں بظاہر چھوٹی نظر آنے والی بات کے متعلق بھی احکامات موجود ہیں۔ یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں انسان کی شخصیت کو بنانے اور کردار کو سنوارنے کا باعث بنتی ہیں۔ان سے ظاہری طور پر بھی انسان کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔اور اگر مومن ہے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے، انہیں باتوں میں سے ایک پاکیزگی یا طہارت یا نظافت ہے اور ایک مومن میں اس کا پایا جانا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی اور صفائی پسند ہے اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ آیت :223) لیکن یہ بات واضح ہونی چاہئے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اصل اللہ تعالیٰ کا محبوب انسان اس وقت بنتا ہے جب توبہ واستغفار سے اپنی باطنی صفائی کا بھی ظاہری صفائی کے ساتھ اہتمام کرے۔ہم میں سے ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد ہم اپنی ظاہری و باطنی صفائی کی طرف خاص توجہ دیں تا کہ ہماری روح و جسم ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے والے ہوں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

(الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء جلد نمبر ۸ نمبر ۳۱ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ ۷۰۵)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:” جو باطنی اور ظاہری پاکیزگی کے طالب ہیں ان کو دوست رکھتا ہوں، ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی مدد اور معاون ہے۔ اگر انسان اس کو چھوڑ دے اور پاخانہ پھر کر پھر طہارت نہ کرے تو اندرونی پاکیزگی پاس بھی نہ پھٹکے۔ پس یاد رکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مستلزم ہے۔اسی لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کو غسل کرو، ہر نماز میں وضو کرو، جماعت کھڑی کرو تو خوشبو لگا لو، عیدین اور جمعہ میں خوشبو لگانے کا جو حکم ہے وہ اسی بنا پر قائم ہے، اصل وجہ یہ ہے کہ اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہے (بدبو کا اندیشہ ہوتا ہے)۔ پس غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سمّیت اور عفونت سے روک ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ مقرر کیا ہے ویسا ہی قانون مرنے کے بعد بھی رکھا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ ۷۰۴، ۷۰۵)

صفائی کے بارے میں چند احادیث پیش کرتا ہوں، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ” اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ یعنی طہارت پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا ایمان کا ایک حصہ ہے“۔(مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء)

ابو مالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ” پاکیزگی اختیار کرنا نصف ایمان ہے“۔(المعجم الکبیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۴)

اب دیکھیں مومن کے لئے صفائی کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے، اور یہ احادیث اکثر مسلمانوں کو یاد ہیں، کبھی ذکر ہو تو آپ کو فوراً حوالہ بھی دے دیں گے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس پر عمل کس حد تک ہے؟ یہ دیکھنے والی چیز ہے، اگر ایک جگہ صفائی کرتے ہیں تو دوسری جگہ گند ڈال دیتے ہیں اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں جس شدت سے صفائی کا احساس ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اور اسی طرح اپنے اپنے ماحول میں احمدیوں میں بھی جو صفائی کے اعلیٰ معیار ہونے چاہئیں وہ مجموعی طور پر نہیں ہیں۔ بجائے ماحول پر اپنا اثر ڈالنے کے ماحول کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک میں اکثر جہاں گھر کا کوڑا کرکٹ اٹھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے، گھر سے باہر گند پھینک دیتے ہیں حالانکہ ماحول کو صاف رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنے گھر کو صاف رکھنا۔ ورنہ تو پھر اس گند کو باہر پھینک کر ماحول کو گندا کر رہے ہوں گے اور ماحول میں بیماریاں پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہوں گے۔ اس لئے احمدیوں کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ کوئی ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ گھروں کے باہر گند نظر نہ آئے۔ ربوہ میں، جہاں تقریباً ۹۸ فیصد احمدی آبادی ہے، ایک صاف ستھرا ماحول نظر آنا چاہئے۔ اب ماشاء اللہ تزئین ربوہ کمیٹی کی طرف سے کافی کوشش کی گئی ہے۔ ربوہ کو سرسبز بنایا جائے اور بنا بھی رہے ہیں۔ کافی پودے، درخت گھاس وغیرہ سڑکوں کے کنارے لگائے گئے ہیں اور نظر بھی آتے ہیں۔ اکثر آنے والے ذکر کرتے ہیں۔ اور کافی تعریف کرتے ہیں۔ کافی سبزہ ربوہ میں نظر آتا ہے۔ لیکن اگر شہر کے لوگوں میں یہ حس پیدا نہ ہوئی کہ ہم نے نہ صرف ان پودوں کی حفاظت کرنی ہے بلکہ اردگرد کے ماحول کو بھی صاف رکھنا ہے تو پھر ایک طرف تو سبزہ نظر آ رہا ہوگا اور دوسری طرف کوڑے کے ڈھیروں سے بدبو کے بھبھاکے اٹھ رہے ہوں گے۔ اس لئے اہل ربوہ خاص توجہ دیتے ہوئے اپنے گھروں کے سامنے نالیوں کی صفائی کا بھی اہتمام کریں اور گھروں کے ماحول میں بھی کوڑا کرکٹ سے جگہ کو صاف کرنے کا بھی انتظام کریں۔ تا کہ کبھی کسی راہ چلنے والے کو اس طرح نہ چلنا پڑے کہ گند سے بچنے کے لئے سنبھال سنبھال کر قدم رکھ رہا ہو اور ناک پر رومال ہو کہ بو آ رہی ہے۔ اب اگر جلسے نہیں ہوتے تو یہ مطلب نہیں کہ ربوہ صاف نہ ہو بلکہ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ دلہن کی طرح سجا کے رکھو۔ یہ سجاوٹ اب مستقل رہنی چاہئے۔ مشاورت کے دنوں میں ربوہ کی بعض سڑکوں کو سجایا گیا تھا۔ تزئین ربوہ والوں نے اس کی تصویریں بھیجی ہیں، بہت خوبصورت سجایا گیا لیکن ربوہ کا اب ہر چوک اس طرح سجنا چاہئے تا کہ احساس ہو کہ ہاں ربوہ میں صفائی اور خوبصورتی کی طرف توجہ دی گئی ہے اور ہر گھر کے سامنے صفائی کا ایک اعلیٰ معیار نظر آنا چاہئے۔ اور یہ کام صرف تزئین کمیٹی نہیں کر سکتی بلکہ ہر شہری کو اس طرف توجہ دینی ہوگی۔

اسی طرح قادیان میں بھی احمدی گھروں کے اندر اور باہر صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ ایک واضح فرق نظر آنا چاہئے۔ گزرنے والے کو پتہ چلے کہ اب وہ احمدی محلے یا احمدی گھر کے سامنے سے گزر رہا

ہے۔اس وقت تو مجھے پتہ نہیں کہ کیا معیار ہے، 91ء میں جب میں گیا ہوں تو اس وقت شاید اس لئے کہ لوگوں کا رش زیادہ تھا، کافی مہمان بھی آئے ہوئے تھے لگتا تھا کہ ضرورت ہے اس طرف توجہ دی جائے اور میرے خیال میں اب بھی ضرورت ہوگی۔اس طرف خاص توجہ دیں اور صفائی کا خیال رکھیں اور جہاں بھی نئی عمارات بن رہی ہیں اور تنگ محلوں سے نکل کر جہاں بھی احمدی کھلی جگہوں پر اپنے گھر بنارہے ہیں وہاں صاف ستھرا بھی رکھیں اور سبزے بھی لگائیں، درخت پودے گھاس وغیرہ لگنا چاہئے اور یہ صرف قادیان ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اور جماعتی عمارات ہیں ان میں خدام الاحمدیہ کو خاص طور پر توجہ دینی چاہئے کہ وہ وقار عمل کرکے ان جماعتی عمارات کے ماحول کو بھی صاف رکھیں اور وہاں پھول پودے لگانے کا بھی انتظام کریں اور صرف قادیان میں نہیں بلکہ دنیا میں ہر جگہ جہاں بھی جماعتی عمارات ہیں ان کے اردگرد خاص طور پر صفائی اور سبزہ اس طرح نظر آئے کہ ان کی اپنی ایک انفرادیت نظر آتی ہو۔ پہلے میں تیسری دنیا کی مثالیں دے چکا ہوں صرف یہ حال وہاں کا نہیں بلکہ یہاں یورپ میں بھی میں نے دیکھا ہے، جن گھروں میں بھی گیا ہوں پہلے کبھی یا اب، کہ جو بھی چھوٹے چھوٹے آگے پیچھے صحن ہوتے ہیں ان کی کیاریوں میں یا گھاس ہوتا ہے یا گند پڑا ہوتا ہے۔کوئی توجہ یہاں بھی اکثر گھروں میں نہیں ہورہی، چھوٹے چھوٹے صحن ہیں کیاریاں ہیں، چھوٹے سے گھاس کے لان ہیں اگر ذرا سی محنت کریں اور ہفتے میں ایک دن بھی دیں تو اپنے گھروں کے ماحول کو خوبصورت کرسکتے ہیں۔جس سے ہمسایوں کے ماحول پہ بھی خوشگوار اثر ہوگا اور آپ کے ماحول میں بھی خوشگوار اثر ہوگا۔اور پھر آپ کو لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ لوگ ذرا منفرد طبیعت کے لوگ ہیں، عام جو ایشینز (Asians) کے خلاف ایک خیال اور تصور گندگی کا پایا جاتا ہے وہ دُور ہوگا۔مقامی لوگوں میں کچھ نہ کچھ پھر بھی شوق ہے وہ اپنے پودوں کی طرف توجہ دیتے ہیں جبکہ ہمارے گھر کا ماحول ان لوگوں سے زیادہ صاف ستھرا اور خوشگوار نظر آنا چاہئے اور یہاں تو موسم بھی ایسا ہے کہ ذرا سی محنت سے کافی خوبصورتی پیدا کی جاسکتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر سڑکوں کی صفائی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

اگر سڑک پر جھاڑیاں یا پتھر اور کوئی گندی چیز ہو بلکہ آپ کا عمل یہ تھا کہ اگر کوئی گندی چیز ہوتی تو آپؐ اسے خود اٹھا کر ایک طرف کردیتے اور فرماتے کہ جو شخص سڑکوں کی صفائی کا خیال رکھتا ہے خدا اس پر خوش ہوتا ہے اور اسے ثواب عطا کرتا ہے۔(مسلم ۔کتاب البر و الصلة)

اور یہاں تو گھر بھی اتنے چھوٹے چھوٹے ہیں کہ سڑکوں پر آئے ہوتے ہیں اس لئے جتنا آپ اپنے چھوٹے سے صحن کو صاف رکھیں گے، سڑک کی صفائی بھی اس میں نظر آئے گی۔اسی طرح آپؐ فرماتے تھے کہ رستے کو روکنا نہیں چاہئے، رستوں پر بیٹھنا یا اس میں ایسی چیز ڈال دینا کہ مسافروں کو تکلیف ہو یا رستہ میں قضائے حاجت وغیرہ کرنا یہ خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے۔(مشکوٰة ۔کتاب الطہارة)

اسی طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سڑک یا فٹ پاتھ پر تھوک دیتے ہیں جو بڑا کراہت والا منظر ہوتا ہے تو اگر ایسی کوئی ضرورت ہو بھی تو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ ایک طرف ہو کر کنارے پر ایسی جگہ تھوکیں جہاں کسی کی بھی نظر نہ پڑے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں کہ:" ﴿وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۔وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ﴾ (المدثر: ۵۔۶) اپنے کپڑے صاف رکھو، بدن کو، اور گھر کو اور کوچہ کو اور ہر ایک جگہ کو جہاں تمہاری نشست ہو پلیدی اور میل کچیل اور کثافت سے بچاؤ یعنی غسل کرتے رہو اور گھروں کو صاف رکھنے کی عادت پکڑو"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ۔صفحہ ۲۳ بحوالہ تفسیر جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۹۶)

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا کہ بدن کو بھی صاف رکھو، کپڑوں کو بھی صاف رکھو، اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جتنا حلیہ خراب ہو اتنی بزرگی زیادہ ہوتی ہے حالانکہ اسلامی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ایک روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس نعمت کا اثر اس بندے پر دیکھے"۔(مسند احمدبن حنبل)

پھر ایک روایت ہے، جو ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میرے جسم کے کپڑے معمولی اور گھٹیا تھے۔آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔آپؐ نے پوچھا کس طرح کا مال ہے۔میں نے کہا ہر طرح کا مال اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھا ہے۔اونٹ بھی ہیں، گائے بھی ہیں۔بکریاں بھی ہیں گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی ہیں۔تو آپؐ نے فرمایا" جب اللہ نے مال دے رکھا ہے تو اس کے فضل اور احسان کا اثر و نشان تمہارے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے"۔(مشکوٰة المصابیح)

بعض لوگ تو طبعاً ایسے ہوتے ہیں کہ توجہ نہیں دیتے کہ صحیح طرح کپڑے پہن سکیں اور بعض کنجوسی میں اپنا حلیہ بگاڑ کر رکھتے ہیں۔تو بہرحال جو بھی صورت ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم پر فضل اور احسان کیا ہے اس کا اظہار تمہارے حلیے سے بھی ہونا چاہئے، تمہارے کپڑوں سے، تمہارے لباس سے تمہارے گھروں سے، اس لئے اپنا حلیہ درست رکھو اور اچھے کپڑے پہنا کرو۔یہ نصیحت ان کو کی۔

ایک روایت میں ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک پراگندہ بال شخص کو دیکھا یعنی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور فرمایا کہ" کیا اس کے پاس بال بنانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔اور ایک گندے کپڑے والے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا اسے کپڑے دھونے کے لئے پانی میسر نہیں"۔

(سنن ابو داؤد ۔کتاب اللباس ۔باب فی غسل الثوب)

مطلب یہ تھا کہ یہ شخص اس حالت میں کیوں ہے۔اب بعض لوگ ہمارے ملکوں میں پاکستان وغیرہ میں گندے کپڑوں والے اور لمبے چوغے پہنے ہوتے ہیں۔گھنگھرو اور کڑے پہنے ہوئے ایسے لوگوں کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ملنگ ہے، بڑا پہنچا ہوا بزرگ ہے حالانکہ یہ سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جماعت ایسے لوگوں سے پاک ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت عطاء ابن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پراگندہ بال اور بکھری ڈاڑھی والا آیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارہ سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ سر اور داڑھی کے بال درست کرو۔جب وہ سر کے بال ٹھیک ٹھاک کرکے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بھلی شکل (یعنی یہ خوبصورت شکل) بہتر ہے یا یہ کہ انسان کے بال اس طرح بکھرے اور پراگندہ ہوں کہ وہ شیطان اور بھوت لگے۔

(موطأ امام مالک ۔باب ما جاء فی الطعام و الشراب و اصلاح الشعر)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غلیظ حلیے والے لوگوں کو شیطان سے تشبیہ دی ہے۔اور پاکستان اور ہندوستان وغیرہ میں ایسے حلیے کے لوگوں کو دیکھ کے ملنگ اور اللہ والے کہا جاتا ہے۔تو یہ تضاد دیکھ لیں اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے اس زمانے کے امام کو نہیں مانا اور پہچانا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" ایسا شخص جس کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہوگا۔وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ ہر شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے خوبصورت ہوں۔اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے"۔(مسلم ۔کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہٗ)

اب اس حدیث سے یہ واضح ہونا چاہئے کہ صاف ستھرا رہنے یا اچھے کپڑے پہننے سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے اور یہ خیال دل میں نہیں آنا چاہئے کہ اپنے سے مالی لحاظ سے کم تر کسی شخص کے ساتھ نہ بیٹھوں۔اگر یہ صورت ہوگی تو پھر تکبر ہے۔ورنہ اچھے کپڑے پہننا اور صاف ستھرا رہنا، اچھے جوتے پہننا یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار ہے۔اور اگر تکبر ہوگا تو تب فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے پھر جنت کے دروازے بند ہیں۔اس لئے مومن اور دنیا دار میں یہی فرق ہے کہ وہ صاف ستھرا رہتا ہے، اچھے کپڑے پہنتا ہے اچھے

سیٹلائٹ

جوتے پہنتا ہے اپنے گھر کو سجا کر رکھتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو خوبصورتی پسند ہے یعنی اس کا یہ ظاہری خوبصورتی کا اظہار بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اور کیونکہ مومن کا یہ اظہار اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے غریب آدمی کے ساتھ مالی لحاظ سے اپنے سے کم بھائی کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اس کا پاس لحاظ رکھنا یہ بھی اس کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کسی مالدار شخص کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اس کا پاس لحاظ کرنا ہے۔

یہ ہے اسلامی تعلیم کہ تم خدا تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کا اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ سے اظہار بھی کرو لیکن اس کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ان غریبوں کا بھی خیال رکھو تا کہ ان کا ایک بھائی کی حیثیت سے حق پورا ادا ہو۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے جب آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا تو سول سروس میں گئے کیونکہ برصغیر میں عموماً افسر اپنے آپ کو عام آدمی سے بالا سمجھتے تھے اور اب بھی اکثر پاکستان وغیرہ میں جو بیوروکریٹ ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی ایسی شخصیت ہیں جو دوسروں سے بالا ہیں اور غریب آدمی کے وقت اور عزت کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ حضرت میاں صاحب جب اپنے علاقے میں افسر بن کر گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور نصائح کے علاوہ ان کو ایک یہ بھی نصیحت کی تھی کہ تمہارے گھر کا کوئی قالین کا ٹکڑا یا ڈرائینگ روم کا صوفہ کسی غریب کو تمہارے گھر میں قدم رکھنے یا بیٹھنے سے نہ روکے یا روک نہ بنے۔ بڑی پر حکمت نصیحت ہے۔ ایک تو یہ کہ غریب بھی تمہارے گھر میں بے جھجک آ سکے، کوئی روک نہ ہو۔ دوسرے اس کو بھی وہی عزت دو جو کسی امیر کو دو۔ تو حضرت میاں صاحب نے ہمیشہ غریبوں کا بہت خیال رکھا اور اس نصیحت پر عمل کیا۔ ہمارے آج کل کے افسروں کو بھی اس نصیحت کو پلے باندھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ سفر کی وجہ سے کسی غریب کے کپڑے میلے ہیں تو اس کے صوفے پہ بیٹھنے سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہو۔ پھر صفائی کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگانے کو بھی بہت پسند فرمایا ہے اور اس تحفے کو بھی بڑا پسند کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں کوئی دوست بطور تحفہ خوشبو دے تو اسے قبول کرو اور اسے استعمال کرو۔

(مسند الامام اعظم ۔کتاب الادب صفحہ ۲۱۱)

روایت آتی ہے کہ آپؐ کے جسم میں سے تو ہر وقت خوشبو آتی رہتی تھی۔ جیسے حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ میرے گال پر ہاتھ پھیرا تو آپؐ کے ہاتھ سے میں نے ایسی اعلیٰ درجہ کی خوشبو محسوس کی جیسے وہ ابھی عطّار کی صندوقچی سے باہر نکلا ہو۔ (مسلم ۔کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یعنی جو شخص عطر بناتا ہے اس کا جوڈبہ جس میں عطر پڑے ہوتے ہیں جس طرح اس میں سے ہاتھ نکالا ہو۔

حضرت جابرؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے، اس پر اگر کوئی آپؐ کے پیچھے جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص خوشبو کی وجہ سے اسے پتہ چل جاتا تھا کہ حضورؐ ابھی یہاں سے گزر کر گئے ہیں۔ (تاریخ الکبیر للبخاری نمبر ۴۲۹۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعے کے دن غسل کرے اور جہاں تک صفائی کر سکتا ہے صفائی کرے اور تیل لگائے اور اپنے گھر میں موجود خوشبو میں سے کچھ لگائے، پھر نماز کے لئے نکلے تو اس جمعے سے لے کر اگلے جمعے تک اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری ۔کتاب الصلوٰۃ باب الدھن للجمعۃ)

تو یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ خوشبو لگا کر مسجد میں جاؤ تا کہ اس کے بندوں کو، ساتھ بیٹھے ہوؤں کو تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو بھی خوشبو اور صفائی پسند ہے۔ یہ نہیں کہ اس حکم کے مطابق تیار ہو کر جمعہ پڑھ لیا اور سارا ہفتہ اس کے بندوں کو تکلیف دیتے رہے تو گناہ بخشے گئے۔ عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس حدیث کو بھی سامنے رکھنا ہوگا نیت نیک ہو تب ثواب بھی ملتا ہے۔

دانتوں کی صفائی کے بارے میں روایت ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسواک کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے۔ خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الصوم باب سواک الرطب و الیابس للصائم)

پھر اسی بارے میں دوسری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کی یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ ہر نماز پر مسواک کیا کریں۔ (بخاری ۔کتاب الصلوٰۃ بالسواک یوم الجمعۃ)

اب بعض لوگوں کے منہ سے بو آتی ہے۔ ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے، لوگوں کی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تھے تو مسواک سے اپنا منہ صاف کیا کرتے تھے۔ آج کل ڈاکٹر اپنی تحقیق کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ صبح شام ضرور برش کرنا چاہئے۔ رات کو سونے سے پہلے اور صبح اٹھ کر۔ ورنہ بیماریاں پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بلکہ ایک تحقیق یہ بھی کہتی ہے کہ آدمی جب صبح اٹھتا ہے تو اس کے دانتوں پر چھ سو مختلف سپیشیز (species) کے لاتعداد بیکٹیریا ہوتے ہیں۔ سپیشیز (species) ہی چھ سو ہوتی ہیں جو دانتوں پہ لگی ہوتی ہیں اور تعداد کتنی ہے، یہ پتہ نہیں۔ لیکن دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو سال پہلے ہمیں بتا دیا کہ سو کر اٹھو تو پہلے دانت صاف کرو۔ اب ان باتوں کو دیکھ کر آج کل کے ڈاکٹر اور سائنسدان کو خدا اور اسلام کی سچائی پر یقین ہونا چاہئے کہ جو باتیں اس زمانے کی تحقیق سے ثابت ہو رہی ہیں اور اب پتہ لگ رہی ہیں وہ باتیں آج سے پندرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتا چکے ہیں۔

کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھونے کا حکم آتا ہے۔ آپؐ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوتے تھے اور کلّی کرتے تھے بلکہ ہر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد کلّی کرتے اور آپؐ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بغیر کلی کئے نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری کتاب الاطعمہ)

کھانا کھا کر کلّی بھی کرنی چاہئے اور ہاتھ بھی دھونے چاہئیں۔ اور اس سے پہلے بھی تا کہ ہاتھ صاف ہو جائیں۔ اور بعد میں اس لئے کہ سالن کی بُو منہ اور ہاتھوں سے نکل جائے۔ آج کل تو مسالے بھی ایسے ڈالے جاتے ہیں کہ کھاتے ہوئے شاید اچھے لگتے ہوں لیکن اگر اچھی طرح ہاتھ منہ نہ دھویا ہو تو بعد میں دوسروں کے لئے کافی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہاتھ دھو کر دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہئے۔ (بخاری ۔کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام و الاکل بالیمین ۔)

دوسری جگہ فرمایا گند وغیرہ کی صفائی کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ لیکن آج کل یہاں یورپ میں کیونکہ لوگوں کو احساس نہیں ہے دائیں اور بائیں کا، اکثر دیکھا ہے گورے انگریز، عیسائی بائیں ہاتھ سے ہی کھا رہے ہوتے ہیں۔ کبھی سڑک پہ جاتے ہوئے نظر پڑ جائے تو ہاتھ میں برگر ہوتا ہے ہمیشہ دیکھیں گے بائیں ہاتھ سے کھا رہے ہوں گے۔ چپس کا لفافہ دائیں ہاتھ میں ہوگا اور بایاں ہاتھ استعمال ہو رہا ہوگا۔ بعض لوگ اس کی تقلید کرتے ہیں، اس سے بچنا چاہئے۔ کھانا بہرحال دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے۔

پھر ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس باتیں فطرت انسانی میں داخل ہیں۔ مونچھیں تراشنا، ڈاڑھی رکھنا (خاص مردوں کے لئے ہے)، مسواک کرنا پانی سے ناک صاف کرنا، ناخن کٹوانا، انگلیوں کے پورے صاف رکھنا بغلوں کے بال لینا، زیر ناف بال لینا، استنجاء کرنا، طہارت کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں دسویں بات بھول گیا ہوں شاید وہ کھانے کے بعد کلی کرنا ہے۔ (مسلم۔کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ)

یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو صفائی کے ساتھ ساتھ حفظان صحت کے اصولوں کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اب پانی سے ناک صاف کرنے کا جو حکم ہے یہ وضو کرتے وقت دن میں پانچ دفعہ ہے اور اگر ناک میں پانی چڑھا کر صاف کیا جائے تو کافی حد تک نزلے وغیرہ سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ جرمنی میں کسی کو نزلہ ہو گیا اور ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ تم لوگ جو مسلمان ہو، پانچ وقت وضو کرتے ہو تو ناک میں پانی چڑھاتے ہو، تم اگر اس طرح کرو تو کافی حد تک نزلے سے بچ سکتے ہو۔ یہ اس ڈاکٹر کی اپنی سوچ یا تحقیق تھی یا اس پر کوئی اور تحقیق ہو رہی ہے یا ہوئی ہے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بہرحال اس میں حقیقت ہے۔ اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لئے ناک میں پانی چڑھانا مشکل ہوگا کیونکہ ناک میں زور سے پانی چڑھانا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ذرا سی تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ اگر ناک میں پانی ٹھیک طرح چڑھایا جائے اور صاف کیا جائے تو نزلے میں کافی فرق پڑتا ہے۔ پھر ناخن کٹوانا ہے، اس میں ہزار قسم کے گند پھنس جاتے ہیں لیکن آج کل بعض مردوں میں لیکن عورتوں میں تو اکثریت میں یہ فیشن ہو گیا ہے کہ لمبے لمبے ناخن رکھو اور ان کو کوئی گندگی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ سب پر واضح ہو جانا چاہئے کہ ناخن کٹوانے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

اور لمبے ناخن رکھنے کا نقصان ہی ہے فائدہ کوئی نہیں۔

صفائی کے ضمن میں ایک انتہائی ضروری بات جو جماعتی طور پر ضروری ہے وہ ہے جماعتی عمارات کے ماحول کو صاف رکھنا۔ اس کا پہلے میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔ اور خدام الاحمدیہ کو وقارِ عمل بھی کرنا چاہئے۔ اور اگر عمارت کے اندر کا حصہ ہے تو لجنہ کو بھی اس میں حصہ لینا چاہئے۔ اور اس میں سب سے اہم عمارات مساجد ہیں مساجد کے ماحول کو بھی پھولوں، کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھنا چاہئے، خوبصورت بنانا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی مسجد کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ چند سال پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا تفصیلی خطبہ اس ضمن میں دیا تھا اور توجہ دلائی تھی۔ کچھ عرصہ تک تو اس پر عمل ہوا لیکن پھر آہستہ آہستہ اس پر توجہ کم ہو گئی۔ خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان میں مسجد کے اندر ہال کی صفائی کا بھی باقاعدہ انتظام ہو۔ تنکوں کی وہاں صفیں بچھی ہوتی ہیں۔ صفیں اٹھا کر صفائی کی جائے، وہاں دیواروں پر جالے بڑی جلدی لگ جاتے ہیں، جالوں کی صفائی کی جائے۔ پنکھوں وغیرہ پر مٹی نظر آ رہی ہوتی ہے وہ صاف ہونے چاہئیں۔ غرض جب آدمی مسجد کے اندر جائے تو انتہائی صفائی کا احساس ہونا چاہئے کہ ایسی جگہ آ گیا ہے جو دوسری جگہوں سے مختلف ہے اور منفرد ہے۔ اور جن مساجد میں قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہیں وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ لمبا عرصہ اگر صفائی نہ کریں تو قالین میں بو آنے لگ جاتی ہے، مٹی چلی جاتی ہے۔ خاص طور پر جمعے کے دن تو بہرحال صفائی ہونی چاہئے۔ اور پھر حدیثوں میں آیا ہے کہ دھونی وغیرہ دے کر ہوا کو بھی صاف رکھنا چاہئے اس کا بھی باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔ لیکن مسجد میں خوشبو کے لئے بعض لوگ اگربتیاں جلا لیتے ہیں۔ بعض دفعہ اس کا نقصان بھی ہو جاتا ہے، پاکستان میں ایک مسجد میں اگربتی کسی نے لگا دی اور آہستہ آہستہ الماری کو آگ لگ گئی نقصان بھی ہوا۔ ایک تو یہ احتیاط ہونی چاہئے کہ جب موجود ہوں تب ہی لگے۔ دوسرے بعض اگربتیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں اتنی تیز خوشبو ہوتی ہے کہ دوسروں کے لئے بجائے آرام کے تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس سے اکثر کو سر درد شروع ہو جاتی ہے۔ تو ایسی چیز لگانی چاہئے یا دھونی دینی چاہئے جو ذرا ہلکی ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس بات کی تحریک کرتے رہتے تھے کہ خاص طور پر اجتماعات کے دنوں میں جب لوگ اکٹھے ہو رہے ہوں مسجدوں کی صفائی کا خیال رکھا کریں اور ان میں خوشبو جلایا کریں تا کہ ہوا صاف ہو جائے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الصلوٰۃ)

ایک اور روایت ہے۔ آپؐ ہمیشہ صحابہ کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ اجتماع کے موقع پر بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آیا کریں۔ جب نمازوں کے لئے مسجد میں آتے ہیں تو پیاز اور لہسن وغیرہ چیزیں کھا کر نہ آئیں۔ (بخاری۔ کتاب الاطعمہ)

اور اس کے ساتھ ہی بعض دفعہ جرابیں بھی کئی دنوں کی گندی ہوتی ہیں ان سے بھی بو آتی ہے وہ بھی پہن کے نہیں آنا چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ یعنی ہر ایک پلیدی سے جدا رہ۔ یہ احکام اسی لئے ہیں تا کہ انسان حفظانِ صحت کے اسباب کی رعایت رکھ کر اپنے تئیں جسمانی بلاؤں سے بچاوے (یعنی اپنے آپ کو جسمانی بلاؤں سے بچائے) عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ یہ کیسے احکام ہیں جو ہمیں سمجھ نہیں آتے۔ کہ قرآن کہتا ہے کہ تم غسل کر کے اپنے بدنوں کو پاک رکھو اور مسواک کرو اور خلال کرو اور ہر ایک جسمانی پلیدی سے اپنے تئیں اور اپنے گھر کو بچاؤ۔ اور بدبوؤں سے دور رہو اور مردار اور گندی چیزوں کو مت کھاؤ اس کا جواب یہی ہے کہ قرآن نے اس زمانے میں عرب کے لوگوں کو ایسا ہی پایا تھا۔ وہ لوگ نہ صرف روحانی پہلو کی رو سے خطرناک حالت میں تھے بلکہ جسمانی پہلو کے رُو سے بھی ان کی صحت خطرے میں تھی۔ (جسمانی پاکیزگی تو یہاں یورپ میں لوگوں میں کم ہی ہے۔) سو یہ خدا تعالیٰ کا ان پر اور تمام دنیا پر احسان تھا کہ حفظانِ صحت کے قواعد مقرر فرمائے۔ یہاں تک کہ یہ بھی فرمادیا کہ ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ یعنی بے شک کھاؤ پیو، مگر کھانے پینے میں بے جا طور پر زیادتی کیفیت یا کمیت کی مت کرو۔ (یعنی مقدار میں اس کی حالت کو دیکھ کے کھاؤ اور زیادتی نہ کرو) افسوس پادری اس بات کو نہیں جانتے کہ جو شخص جسمانی پاکیزگی کی رعایت کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ رفتہ رفتہ وحشیانہ حالت میں گر کر روحانی پاکیزگی سے بھی بے نصیب رہ جاتا ہے۔ مثلاً چند روز دانتوں کا خلال کرنا چھوڑ دو جو ایک ادنیٰ صفائی کے درجے پر ہے تو وہ فضلات جو دانتوں میں پھنسے رہیں گے، ان میں سے مردار کی بو آئے گی۔ آخر دانت خراب ہو جائیں گے۔ اور ان کا زہریلا اثر معدے پر گر کر معدہ بھی فاسد ہو جائے گا۔ خود غور کر کے دیکھو کہ جب دانتوں کے اندر کسی بوٹی کا رگ و ریشہ یا کوئی جز پھنسا رہ جاتا ہے اور اسی وقت خلال کے ساتھ نکالا نہیں جاتا تو ایک رات بھی اگر رہ جائے تو سخت بدبو اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی بدبو آتی ہے جیسے چوہا مرا ہوتا ہے۔ پس یہ کیسی نادانی ہے کہ ظاہری اور جسمانی پاکیزگی پر اعتراض کیا جائے اور یہ تعلیم دی جائے کہ تم جسمانی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہ رکھو، نہ خلال کرو، نہ کبھی غسل کر کے بدن پر سے میل اتارو اور نہ پاخانہ پھر کر طہارت کرو اور تمہارے لئے صرف روحانی پاکیزگی کافی ہے۔ ہمارے ہی تجارب ہمیں بتلا رہے ہیں کہ ہمیں جیسا کہ روحانی پاکیزگی کی روحانی صحت کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی ہمیں جسمانی صحت کے لئے جسمانی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہماری جسمانی پاکیزگی کو ہماری روحانی پاکیزگی میں بہت کچھ دخل ہے۔ کیونکہ جب ہم جسمانی پاکیزگی کو چھوڑ کر اس کے بدنتائج یعنی خطرناک بیماریوں کو بھگتنے لگتے ہیں تو اس وقت ہمارے دینی فرائض میں بھی بہت حرج ہو جاتا ہے اور ہم بیمار ہو کر ایسے نکمے ہو جاتے ہیں کہ کوئی خدمت دینی بجا نہیں لا سکتے اور چند روز دکھ اٹھا کر اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں (یعنی وفات ہو جاتی ہے) بلکہ بجائے اس کے کہ بنی نوع کی خدمت کر سکیں اپنی جسمانی ناپاکیوں اور ترک قواعد حفظان صحت سے (حفظانِ صحت کے قواعد چھوڑنے سے) اوروں کے لئے وبال جان ہو جاتے ہیں۔ اور آخر ان ناپاکیوں کا ذخیرہ جس کو ہم اپنے ہاتھوں سے اکٹھا کرتے ہیں وبائی صورت میں مشتمل ہو کر تمام ملک کو کھاتا ہے۔ اور اس تمام مصیبت کا موجب ہم ہی ہوتے ہیں کیونکہ ہم ظاہری پاکی کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھتے۔ پس دیکھو کہ قرآنی اصول کو چھوڑ کر اور فرقانی وصایا کو ترک کر کے کیا کچھ بلائیں انسانوں پر وارد ہوتی ہیں۔ اور ایسے بے احتیاط لوگ جو نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے اور عفونتوں کو اپنے گھروں اور کوچوں اور کپڑوں اور مونہوں سے دور نہیں کرتے ان کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے نوع انسان کے لئے کیسے خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں اور کیسی یک دفعہ وبائیں پھوٹتی اور موتیں پیدا ہوتی ہیں اور شور قیامت برپا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ مرض کی دہشت سے اپنے گھروں اور مال اور املاک اور تمام جائیداد سے جو جانکاہی سے اکٹھی کی تھیں دستبردار ہو کر دوسرے ملکوں کی طرف دوڑتے ہیں اور مائیں بچوں سے اور بچے ماؤں سے جدا کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ مصیبت جہنم کی آگ سے کچھ کم ہے۔ ڈاکٹروں سے پوچھو اور طبیبوں سے دریافت کرو کہ کیا ایسی لاپرواہی جو جسمانی طہارت کی نسبت عمل میں لائی جائے وبا کے لئے عین موزوں اور موید ہے یا نہیں پس قرآن نے کیا برا کیا کہ پہلے جسموں اور گھروں اور کپڑوں کی صفائی پر زور دے کر انسانوں کو اس جہنم سے بچانا چاہا جو اسی دنیا میں یک دفعہ فالج کی طرح گرتا اور عدم تک پہنچاتا ہے"۔ (ایام الصلح صفحہ ۹۵،۹۶۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ ۴۹۶،۴۹۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہری اور باطنی صفائی کی طرف توجہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS & COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

بقیہ:رپورٹ دورہ حضور انورایدہ اللہ از صفحہ اول

قرآن کریم ناظرہ کا جائزہ لیا اور ہدایت فرمائی کہ امیر صاحب،سیکرٹری وقف نو اور لجنہ وخدام،اطفال وناصرات کی تنظیمیں باقاعدہ پروگرام بنائیں اور نماز سکھائیں۔فرمایا:ان بچوں کو کہیں کہ نماز باترجمہ سیکھیں۔یہ بچے جو دعا مانگ رہے ہیں ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔فرمایا نماز اوراس کا ترجمہ ہر بچے کو آنا چاہئے۔فرمایا:جو نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔کلمہ طیبہ کے بعد دوسری بڑی چیز نماز ہے۔پھر حضور انور نے ایک بچے سے کلمہ طیبہ سنا اور دو ناصرات سے نظمیں سنیں۔حضور انور نے بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ گھر جا کر اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑیں،اپنے مبلغین کے پیچھے پڑیں اوران سے قرآن کریم پڑھنا سیکھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے بچوں سے دریافت فرمایا کہ فرنچ زبان کس کس کو آتی ہے۔اس پر سبھی بچوں نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔حضور نے فرمایا آپ سب بچے مجھے اپنے خط میں لکھیں کہ آپ نے قرآن کریم پڑھنا شروع کردیا ہے۔حضور نے وہاں پر موجود والدین کو بھی فرمایا کہ بچوں کو نماز اور قرآن کریم پڑھنا سکھائیں۔کلاس کے اختتام پر حضور انور نے بچوں میں قلم تقسیم فرمائے اور چاکلیٹ بھی تقسیم کروائے۔

وقف نو کلاس کے بعد اسی ہال میں ۱۲ بج کر دس منٹ پر نیشنل مجلس عاملہ اور مبلغین کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی جو پونے دو بجے تک جاری رہی۔حضور انور نے باری باری تمام سیکرٹریان سے ان کے کام کے بارہ میں دریافت فرمایا۔اور موقع پر ساتھ ساتھ ہر سیکرٹری کو ہدایات دیں اور بتایا کہ آپ کی کیا ذمہ داری ہے۔آپ نے کس طرح کام کرنا ہے۔آپ کے کام میں جو خلا ہیں ان کو کس طرح دور کرنا ہے اور آئندہ کیسے کام کرنا ہے۔حضور انور نے تمام شعبوں کا تفصیل سے جائزہ لیا اور ہدایت فرمائی کہ عاملہ کے ہر شعبہ کو فعال ہونا چاہئے۔پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کام کو آگے بڑھائیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام مبلغین سے باری باری ان کے علاقہ جات/ ریجنز میں کام کا تفصیلی جائزہ لیا اور نومبائعین سے رابطوں کے بارہ میں ہدایات دیں اور فرمایا کہ آپ سب نے ہر ایک جماعت تک پہنچنا ہے اور نئے آنے والوں سے رابطہ قائم رکھنا ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ ان رابطوں کے ساتھ ساتھ نومبائعین کو چندہ کے نظام میں بھی شامل کریں۔

حضور نے ہدایت فرمائی کہ تربیت کا کام بے حد ضروری ہے۔یہ سارا سال جاری رہنا چاہئے۔باقاعدہ ٹیمیں بنائیں جو سارا سال تربیت کے کام پر مامور رہیں اور تبلیغی پروگرام اپنی جگہ پر جاری رہیں۔یہ میٹنگ پونے دو بجے ختم ہوئی اس کے بعد حضور انور واپس مشن ہاؤس تشریف لے آئے۔جہاں سے سوا دو بجے سمندر کے کنارے ایک تفریحی پروگرام کے لئے روانگی ہوئی۔وہاں پہنچ کر پونے تین بجے حضور انور نے نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں اور دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔اس پروگرام میں تمام مبلغین،ڈاکٹر صاحبان اوران کی فیملیز شامل ہوئیں۔جماعت کے مقامی عہدیداران نے بھی شرکت کی۔

اسی جگہ پر شام پونے چھ بجے بینن میڈیا/ پریس کے ساتھ ایک ملاقات کا پروگرام تھا۔اس پروگرام میں ٹی وی،ریڈیو اور اخبارات کے ۱۴ جرنلسٹس شامل ہوئے۔حضور انور باری باری ان سب نمائندگان سے ملے۔امیر صاحب بینن نے حضور انور کا تعارف کروایا اور بینن میں آمد اور دورہ کا بتایا۔حضور انور نے آخر پر ان سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔چائے اور مشروبات سے ان مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

بعد ازاں حضور کچھ دیر کے لئے ساحل سمندر پر تشریف لے گئے اور مبلغین سے گفتگو فرماتے رہے۔

پونے سات بجے یہاں سے مسجد احمدیہ کوتونو(Cotonou) کے لئے روانگی ہوئی جہاں حضور انور نے نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کے بعد آٹھ بجے نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ اور نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ علیحدہ علیحدہ میٹنگ ہوئی۔حضور انور نے ان دونوں تنظیموں کے کام کا جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا۔حضور انور نے فرمایا:’’دستور اساسی کے مطابق عہدے بنا کر کام کریں اور ہر ماہ اپنی رپورٹس مجھے بھجوائیں‘‘۔حضور انور نے دونوں مجالس عاملہ کی تفصیل سے رہنمائی فرمائی اور ہدایات دیں۔

رات ۹ بجے حضور انور ایک تقریب عشائیہ میں شرکت کے لئے Marina Hotel تشریف لے گئے اور آنے والے مہمانوں سے ملاقات کی۔اس تقریب میں میئر آف پاراکو(یہ صاحب میئرز ایسوسی ایشن آف بینن کے صدر ہیں)،ڈائریکٹر ملٹری کیبنٹ،پریذیڈنٹ آف بینن اپنی اہلیہ کے ساتھ،ایرفورس کے جنرل،پریذیڈنٹ ریپبلک آف بینن کے ٹیکنیکل ایڈوائزر،وائس ڈائریکٹر جنرل آرمی،پریذیڈنسی کی سیکورٹی کے ہیڈ اور سپریم کورٹ کے جج وغیرہ شامل ہوئے۔اس کے علاوہ زندگی کے دوسرے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مہمان بھی موجود تھے۔یہ پروگرام رات گیارہ بجے تک جاری رہا۔آخر پر حضور نے دعا کرائی اور یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔اس کے بعد حضور انور کوتونو سے پورٹونووو کے مشن ہاؤس تشریف لے گئے اور رات ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچے۔

میئر آف پاراکو نے جو اس تقریب میں شامل تھے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ جب حضور بورکینا فاسو میں تھے تو وہاں کے میئر نے مجھے بتایا کہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ہمارے ملک میں ہیں اور ہم نے اس اس طرح ان کا استقبال کیا ہے اور اعزاز دیا ہے۔اس پر بینن کے اس میئر نے کہا کہ مَیں نے اسے جواب دیا کہ جب خلیفۃ المسیح ہمارے ملک آئیں گے تو دیکھنا ہم ان کا کس طرح استقبال کرتے ہیں۔چنانچہ اس میئر نے پیراکو شہر سے پانچ میل باہر آ کر مین ہائی وے پر حضور انور کا استقبال کیا اور پھر حضور انور کو گورنر کے ساتھ مل کر ہوٹل تک چھوڑنے آئے اور اب اس تقریب کے لئے پیراکو سے ۴۵۰ کلومیٹر کا سفر طے کر کے پہنچے تھے۔

پاراکو(Parakou) میں جماعت کے پاس ہسپتال کے لئے چھ ہزار مربع میٹرز مین تھی۔اس میئر نے ۲۰ ہزار مربع میٹر مزید زمین جماعت احمدیہ کو دینے کا اعلان کیا۔اور اپنے اعلان میں کہا کہ مَیں یہ زمین اس لئے جماعت احمدیہ کو دے رہا ہوں کہ اگر کوئی جماعت اس ملک میں انسانیت کی خدمت کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ریڈیو پر میئر کا یہ اعلان نشر ہوا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ)

بائبل میں تحریف کی ایک انوکھی مثال

محمود احمد اشرف ۔ربوہ)

قرآن کریم ایک ایسا الہامی کلام ہے جس میں آج تک کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔اس کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک پرلطف احساس پیدا ہوتا ہے کہ یہ بعینہ وہی کلام ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا۔یہ امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے۔لیکن بالعموم خدا تعالیٰ کے دیگر احسانات کی طرح اس کی قدر و قیمت کو بھی سمجھا نہیں جاتا۔اس نعمت کی کچھ قدر اس وقت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اور الہامی کتاب انسانی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔چنانچہ وید،تورات،زبور اور انجیل وغیرہ سب کتب کے متعلق خود ان مذاہب کے ماننے والوں کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ اپنی اصل حالت میں محفوظ نہیں۔پھر ان کتب کے اندرونی تضادات اور خلاف عقل باتیں اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ یہ کتب تحریف شدہ ہیں۔قرآن کریم نے بطور خاص یہود کا ذکر کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سننے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔تحریف کے ایک اور طریق کا بھی قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ یہود کلمات کو ان کی اصل جگہ سے بدل دیتے ہیں۔تحریف کی بہت سی مثالیں ہمارے لٹریچر میں موجود ہیں۔اس کی ایک تازہ اور عجیب اور غالباً منفرد مثال نیوز ویک (Newsweek) کے ۲۱ر جولائی ۲۰۰۳ء کے شمارے میں موجود ہے۔یہ مثال منفرد اس لئے ہے کہ اب تک عموماً خفیہ طریق پر تبدیلیاں کی جاتی رہی ہیں لیکن یہ مذکورہ بالا تبدیلیاں علی الاعلان کی جارہی ہیں۔اس پر کسی تبصرے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی کچھ تفصیل جو کہ نیوز ویک کے شمارے میں شائع ہوئی ہے درج کر دی جائے۔

Sidney Brichto جو لندن میں رہنے والے ایک امریکی یہودی ربی ہیں،کے خیال میں بائبل کو جو تقدس حاصل ہے اس کا اس کو نقصان ہوا ہے۔کوئی ادبی انسان بائبل کو پڑھنا نہیں چاہتا۔وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانے میں لوگ علم حاصل کرنے کی خاطر پڑھتے تھے لیکن پھر سائنسی ترقی کا آغاز ہوا تو یہ علم کا سرچشمہ نہ رہا۔پھر بھی لوگ اسے پڑھتے تھے۔لیکن اب یہ اپنے ادبی مقام کو بھی کھو چکی ہے۔اس لئے مَیں چاہتا ہوں کہ اس کا وہ ادبی مقام واپس دلاؤں جو اسے کبھی حاصل تھا۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ازسرنو ساری کتاب کو لکھ رہے ہیں۔انہوں نے اپنے انٹرویو میں اس کی جو تفصیل بتائی ہے اس کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ وہ اس کو نہ صرف ایڈٹ کر رہے ہیں بلکہ اس میں ایسے اضافے بھی کر رہے ہیں جن سے ایک عام آدمی کو اس میں دلچسپی پیدا ہو اور موجودہ کتاب کو پڑھتے ہوئے جو بوریت ہوتی ہے اس سے بچا جا سکے۔مثلاً وہ کہتے ہیں کہ پیدائش کے باب میں جو غیر متعلقہ نسب نامے دئے ہوئے ہیں ان کو مَیں ایک الگ ضمیمہ میں درج کروں گا۔اسی طرح بعض مقامات کو قابل فہم بنانے کے لئے مجھے متن میں کچھ تبدیلیاں اور اضافے کرنے پڑیں گے۔اس طرح بعض جنسی مناظر ہیں جن کی تفصیل مَیں خود بیان کروں گا۔

بائبل کو ایک ناول بنانے کے اس منصوبے پر عملدرآمد بھی شروع ہو چکا ہے۔چنانچہ The People's Bible کے نام سے آٹھ جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور ابھی مزید دس جلدیں آنا باقی ہیں۔اگر یہ کہا جاتا کہ بائبل کی دی ہوئی معلومات پر مبنی کتاب شائع کی جارہی ہے تو یہ اور بات تھی۔لیکن اس کو بائبل کا ایک نیا ترجمہ قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ انٹرویو نگار کا بنیادی سوال ہی یہ ہے کہ بائبل کے متعدد تراجم کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے کی کیا ضرورت ہے۔پس ہر قسم کی کانٹ چھانٹ اور اضافوں کے ساتھ یہ نیا ترجمہ تحریف کی ایک انوکھی مثال ہے۔اس نئی بائبل کے مصنف کہتے ہیں کہ دیگر مذاہب کی کتب کو بھی اگر ازسرنو ادبی طرز پر لکھا جائے تو لوگ ان کو زیادہ دلچسپی سے پڑھنے لگ جائیں گے۔وہ کہتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کرنا ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ قرآن کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو انہوں نے کہا کہ قرآن کو وہ کبھی سمجھ نہیں سکے اس لئے وہ اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔

یہ یہودی ربی بائبل کو عام قاری کے لئے دلچسپ تو بنانا چاہتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ مذہبی کتب کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہوں۔ورنہ دلچسپی سے بھرپور ہر قسم کی کتب کیا کم ہیں۔پس بائبل اپنے الہامی مقام سے بہت پہلے سے گر چکی ہے اور گرتی چلی جارہی ہے۔مگر قرآن ہمیشہ سے اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے اور اس کا نور پھیلتا چلا جارہا ہے اور سب سے پہلے یہی وہ امر ہے جو قرآن کریم کو دیگر تمام مذہبی کتب پر ایک عظیم الشان امتیاز بخشتا ہے۔اور جہاں تک بائبل کا سوال ہے تو اس کے متعلق بلاشک وشبہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس میں تحریف کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔اور مذکورہ بالا پروگرام اس کی ایک تازہ ترین مثال ہے۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے
عیسائی محقق رابرٹ ایم پرائس کا اعتراف حقیقت

(انور محمود خان ۔ لاس اینجلس،امریکہ)

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
(حضرت مسیح موعودؑ)

دنیائے مذاہب پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اختلافات مذاہب میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور وفات سرفہرست ہے۔تین اہم مذاہب میں مسیح علیہ السلام کی ذات وجہ نزاع بنی ہوئی ہے ۔ ۱۴ سو سال قبل قرآن کریم نے اس اختلاف میں حقیقت پر مبنی فیصلہ کن موقف بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور عیسائی اپنے عقیدہ میں غلطی خوردہ ہیں ۔ بانیٔ اسلام حضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات کے ذکر کے ساتھ ساتھ ۱۲۰ سال کی عمر بھی بیان فرمائی ۔مزید برآں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی جو خوشخبریاں عطا فرمائیں ان تمام کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

چنانچہ ان عظیم الشان پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے ۱۹ ویں صدی کے آخر میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ان عظیم کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جن کی تعیین آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں کر دی تھی ۔منجملہ ان کاموں کے ایک کام کسر صلیب تھا یعنی صلیبی عقائد کو مضبوط دلائل اور شواہد کی روشنی میں پاش پاش کر دیا جائے اور توحید باری تعالیٰ کا عالمگیر قیام عمل میں آئے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس سلسلہ میں متعدد کتب تحریر فرمائیں اور قرآن کریم ،احادیث صحیحہ ،بائبل ،تاریخی شواہد اور بدھ مذہب کی کتب وغیرہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیبی موت سے بچنا ثابت فرمایا۔ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنّت ہوا وہ محترم
وہ نہیں رہا باہر اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

ازالہ اوہام ،راز حقیقت اور مسیح ہندوستان میں وغیرہ کتب میں آپ نے تفصیل سے ان عقائد کا بطلان ظاہر فرمایا۔مزید برآں آپ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مغربی محققین خود اپنی تحقیقات کے نتیجہ میں رائج الوقت عقائد کو ترک کر کے میرے بیان کردہ موقف کو قبول کر لیں گے۔ چنانچہ لیکچر لاہور میں فرمایا:

’’میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے ۔یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانے کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے ۔یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔

اسی طرح اپنی تصنیف ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ نظریاتی انقلاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

’’خدا نے میری وہ مدد کی ہے جو میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں شکر کر سکوں اور وہ یہ ہے کہ بہت سے قطعی دلائل اور نہایت پختہ وجوہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ خدا نے اس پاک نبی کو صلیب پر سے بچا لیا اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ مر کر بلکہ زندہ ہی قبر میں غشی کی حالت میں داخل کئے گئے اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلے جیسا کہ آپ نے انجیل میں خود فرمایا تھا کہ میری حالت یونس نبی کی حالت سے مشابہ ہو گی ۔آپ کی انجیل میں الفاظ یہ ہیں کہ یونس نبی کا معجزہ دکھلاؤنگا۔سو آپ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے ۔یہ وہ باتیں ہیں جو انجیلوں سے ہمیں معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کے علاوہ ایک بڑی خوشخبری جو ہمیں ملی ہے وہ یہ ہے کہ دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے اور یہ امر ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے ۔اور ایک مدّت تک کوہ یغمان میں رہے اور پھر کشمیر میں آئے اور ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر میں آپ کا انتقال ہوا اور سرینگر محلّہ خان یار میں آپ کا مزار ہے ۔چنانچہ اس بارے میں میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے مسیح ہندوستان میں یہ ایک بڑی فتح ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے ۔اور میں جانتا ہوں کہ جلد تر یا کچھ دیر سے اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ یہ دو بزرگ قومیں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جو مدت سے بچھڑی ہوئی ہیں ۔باہم شیر و شکر ہو جائیں گی اور بہت سے نزاعوں کو خیر باد کہہ کر محبت اور دوستی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائیں گی۔‘‘

۱۸۹۹ء کی اس تصنیف کے بعد ایسے لگا کہ خدا تعالیٰ نے علمی تحقیق کے تمام دروازے کھول دیئے اور متعدد محققین نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے طور پر تحقیق کا کام شروع کر دیا اور اس ایک صدی میں ایک صد سے زائد محققین مختلف پیرایوں میں حضورؑ کے بیان فرمودہ موقف کو کلی یا جزوی طور پر تسلیم کر چکے ہیں۔ ہر وہ محقق جو اپنی تحقیق کے بعد حضرت مسیح موعودؑ سے اتفاق کرتا ہے وہ آپ کی بیان فرمودہ مذکورہ بالا پیشگوئی پر مہر صداقت ثبت کرتا ہے ۔ایک مغربی محقق رابرٹ ایم پرائس کی ایک نئی کتاب بعنوان The Incredible Shrinking Man ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کے تیرھویں باب کا عنوان Crucifixion ہے جس میں فاضل مصنف نے مسیحؑ کی صلیب پر وفات کے بارے میں مختلف نظریات کا تجزیہ اور تبصرہ پیش کیا ہے ۔حضرت مسیح موعودؑ کے موقف کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

The Incredeble shrinking Son Of Man The most modest of these held that Jesus Had been crucified but survived it and lived to teach again ,outside Israel,a doctrine taught today by the Ahmadiyya sect of Islam .Is there any possible basis for such a view in the Gospels?I belaive there is .This is not the same as saying that Jesus did actually survive crucifixion,though there are certainly credible scholars who beleive this.Rather ,the point is merely that it may still be possible for us to discern clear traces of a largely effaced version of the Passion in which Jesus cheated death on the cross .It need not be the fact underlying the fiction,rather an earlier or alternative fiction .What are the clues ? *(Page 326)*

’’ان نظریات میں میانہ روی اور قرین مصلحت بیان یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے لیکن وہ زندہ رہے اور دوبارہ تعلیم دینے کی خاطر اسرائیل سے باہر تشریف لے گئے یہ وہ عقیدہ ہے جو اسلام کا فرقہ احمدیہ پیش کرتا ہے‘‘(یہاں پر حوالہ کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ نوٹ کے طور پر پیش کی گئی ہے)

کیا بائبل سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے مجھے یقین ہے کہ تائید ہوتی ہے اگرچہ اس سے حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حقیقت ہے تاہم کئی مستند محققین اس بات کے قائل ہیں ۔اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کا بیان جو محرف شکل میں ہے کیسے شروع ہوا اور کس طرح مسیح نے صلیب کی موت سے رہائی حاصل کی ضروری نہیں کہ حقیقت قیاس کے در پردہ ہو بلکہ یہ خود ایک قیاس ہی ہو اور اس کے کیا اشارے ہیں تحقیق طلب ہے۔‘‘ (صفحہ ۳۲۶)

اس کے فوراً بعد ہی رابرٹ پرائس نے حضرت مسیح کی مناجات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ مسیح کی ادعیہ یقیناً پیشگوئی کے مطابق سنی گئیں اور اس کو صلیب کی وفات سے نجات دی گئی۔ یہ بھی حضورؑ کے بیان فرمودہ دلائل میں سے ایک ہے۔

رابرٹس پرائس اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:

’’گتس مینی میں کی جانے والی مناجات خدا تعالیٰ سے یہ استدعا کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے اس سقراطی پیالہ شہادت کو ٹال دے اور سب پر یہ واضح ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کسی بھی پلان کا پابند نہیں بلکہ مختار کل ہے اور سب چیزوں پر اس کا تصرف ہے۔ یہ امر کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر قربانی (یہانتک کہ وفات) کے لئے بھی تیار ہیں کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فی الواقعہ وفات وقوع میں آئی امر واقعہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ کے مقدس جسمانی تعلق کے نتیجہ میں اس نے خدا سے مناجات کی جیسا کہ Heb 5:7 میں لکھا ہے۔

’’ان قربانی کے ایّام میں اس نے آنسوؤں اور چیخوں سے مناجات کی اس وجود سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا اور اسکے تقویٰ کی وجہ سے اسکی ادعیہ مقبول ہوئیں‘‘

اسی طرح ابراہیمؑ کے ساتھ ہوا جب اس نے مکمل طور پر اسکی اطاعت میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی تو خدا تعالیٰ نے اپنا حکم واپس لے لیا اور وہ قربانی عمل میں نہ آئی۔‘‘

The Gethsemane prayer of Jesus is a request for God to allow Jesus to avoid the Socratic cup of martyrdom ,reminding God (and the reader)that God is not bound to any plan;all things are possible for him .The fact that Jesus is humbly willing to accede to God's will,even should it entail death ,does not need to mean that Jesus will necessarily die after all,In fact ,it might well be intended as evidence of the very filial piety of Jesus that persuaded the Father to grant his request ,even as Heb:5:7 says,"in the days of his flesh ,he offered up prayers and supplications,with loud cries and tears ,to him who was able to save him from death ,and he was heard for his godly fear ."It had been the same with Abraham :once he had proven his obedient willingness to kill his son ,God rescinded the order that he do so .*(page 326)*

حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے پہلے اس دلیل کو اپنی کتاب ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ میں درج فرمایا اور آج فاضل مصنف نے اسی علم کلام کو اپنایا ۔چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اصل عبارت درج کی جاتی ہے۔

’’اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پا کر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی ۔کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو۔ ہرگز رد نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہو گئی ۔حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُسکی سنتا تھا جبکہ ایسی بیقراری کی دعا سنی نہ گئی۔اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اُس کی وہ دعا ضرور قبول ہو گئی اور اس دعا پر اس کو بہت بھروسہ تھا‘‘۔ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۰)

اسکے علاوہ رابرٹ پرائس نے اور بھی دلائل وہی پیش کئے ہیں جو حضورؑ نے اس مختصر رسالے میں تحریر فرمائے تھے۔ ❁❁❁❁

بقیہ:خطاب اجتماع انصاراللہ برطانیہ
از صفحہ نمبر ۱۶

سکھا سکتا ہے۔ تو اس لحاظ سے سب سے زیادہ انصاراللہ کو دعوت الی اللہ کے میدان میں سرگرم ہونا چاہیے۔ پھر قرآن پڑھنا ہے۔اس میں بھی انصار کو خود بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی توجہ دلانی چاہیے کیونکہ جب تک ہم قرآن پڑھ کر، سمجھ کر اس کی تعلیم کو اپنے پر اور اپنی نسلوں پر لاگو نہیں کریں گے ہمارے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

پھر شرائع کی حکمتیں بیان کرنا ہے جو احکامات ہیں اُن کو آگے بیان کرنا اس کے لئے بھی علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

پھر تربیت ہے۔ انصاراللہ کی عمر تو ایک ایسی عمر ہے جس میں آپ تربیت کر تو سکتے ہیں لیکن آپ کی تربیت کرنی مشکل ہے۔ تو اس کے لئے بڑا آسان اصول ہے کہ آپ کے ذمہ جو فرض لگایا گیا ہے تربیت کرنے کا، اس کو پورا کریں، بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ اپنی بھی تربیت ساتھ ساتھ ہوتی جائے گی۔ پھر قوم کی دنیوی کمزوریوں کو دُور کرنا ہے۔اس طرف بھی اگر سب توجہ دیں گے تو اقتصادی لحاظ سے بھی اپنے آپ کو مضبوط بنائیں گے، جماعتی لحاظ سے بھی اور قومی لحاظ سے بھی۔

تو مرکزی سطح پر بھی اور مقامی سطح پر بھی، ہر ذیلی تنظیم کی (انصاراللہ کی بھی) شوریٰ ہوتی ہے، وہاں اس کے لئے تجاویز دیں۔ اپنے تجربہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ اقتصادی لحاظ سے مضبوط ہونا بھی آج کل کے زمانہ میں انتہائی ضروری ہے تاکہ پھر بے فکر ہو کر دین کی خدمت کر سکیں یا دین کی خدمت کرنے والوں کی ضروریات کا خیال رکھ سکیں۔تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن پر انصاراللہ کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جب آپ اس لحاظ سے سوچیں گے تو پھر ہی آپ اللہ کے دین کے انصار بن سکتے ہیں اور اس آیت کے مصداق ٹھہریں گے کہ اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں نے کہا تھا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف راہنمائی کرنے میں میرے انصار ہوں۔حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا پس ہم نے اُن لوگوں کی جو ایمان لائے اُن کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔

(سورۃالصف:15)

تو جب مسیح محمدی کو مان کر، اس پر ایمان لا کر ہم انصاراللہ میں شامل ہو چکے ہیں تو پھر اس تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا۔اور اُن باتوں کو بھی ماننا ہوگا جن کا تقاضہ اور مطالبہ ہم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق دشمنوں پر ہمیں جلد غلبہ عطا ہو۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے۔کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر ایک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہی مثل اعضائے یک دیگر ہے اور ممکن نہیں۔ جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے بغیر معاونت باہمی ان کی کے بخوبی و خوش اسلوبی ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علّت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔انبیاء علیہم السلام جو توکّل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں ان کو بھی بہ رعایت اسباب ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہنا پڑا۔خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں بہ تصدیق اپنے قانون قدرت کے ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ کا حکم فرمایا‘‘۔

(تبلیغ رسالت، مجموعہ اشتہارات۔ جلد اوّل صفحہ ۲۶)

تو اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام واضح طور پر فرما رہے ہیں کہ ہماری تمام کامیابی چاہے وہ دنیاوی ہوں یا دینی ہوں بغیر آپس کے تعاون کے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ اکیلا انسان سارے کام نہیں کر سکتا اس لئے تمام وہ لوگ جو ایک مقصد کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں، ایک گروہ کی شکل میں ہیں، ایک جماعت ہیں ایک ہو کر آپس کے تعاون سے کام کریں گے تو تمام امور خوش اسلوبی سے طے پائیں گے اور کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی۔ کیونکہ جس قدر بڑا کام ہو، جتنا بڑا مقصد ہو اس کے نتائج تم بڑے اکٹھے ہوئے ، بغیر ایک ٹیم ورک کے اور ایک دوسرے کی مدد کے حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ یہاں تک کہ انبیاء بھی جن میں برداشت بھی ہوتی اور انہوں نے مجاہدات بھی کئے ہوتے ہیں ان کا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اُن کو اس کام کے لئے معمور کر رہا ہوتا مقرر فرما رہا ہوتا ہے پھر بھی اِن کو ظاہری اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس لئے ان کو کہنا پڑتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کی طرف دیئے گئے ان کاموں میں میرے مددگار ہوں گے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قانون شریعت میں قانون قدرت کے مطابق ہی نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کا حکم فرمایا ہے۔

پھر آپؑ نصیحت فرماتے ہیں جسے خاص طور پر انصار کی عمر کے لوگوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کیونکہ زندگی کا ایک بڑا حصہ گذر چکا ہے اس لئے اب بہت زیادہ فکر کی ضرورت ہے، کوئی پتہ نہیں کس وقت بلاوا آ جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ اگر چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی تم کرتے ہو تو اُس کی بھی سزا اُس پر مل سکتی ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِعمل نہ پیدا۔ بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے اور کوئی پتہ نہیں عمر کتنی ہے اور کیا کام کرنے ہیں۔ تیز قدم اٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو۔ یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو یعنی سب کچھ ضائع نہ ہو جائے اور یہ جو تم پیش کر رہے ہو جو ہمارے اعمال ہیں یہ ایسے نہ ہوں کہ وہ اس قابل ہی نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جا سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ جنہوں نے یہ تنظیم قائم فرمائی، فرماتے ہیں کہ انصاراللہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں سے گذر رہے ہیں اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دنیا کو چھوڑ کر اگلے جہاں جانے کی فکر میں ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اگلے جہان جا رہا ہو تو اُسے اس وقت اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں اس دنیا سے کوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندا ہو، اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہاں میں کام آنے والا ہے۔ جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندہ اور خدا کا تعلق درست ہو جائے تو ایسی عمر میں اور عمر کے ایک ایسے حصہ میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہیے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں ہو سکتا۔

پھر انصار کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ آپکا نام انصاراللہ اسلئے رکھا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ دین کی خدمت کی طرف توجہ کریں۔ اور یہ تو مالی لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور دینی لحاظ سے بھی ہوتی ہے۔ دینی لحاظ سے بھی آپ لوگوں کا فرض ہے کہ عبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کریں۔ اور دین کا چرچا زیادہ سے زیادہ کریں۔ تاکہ آپ کو دیکھ کر آپکی اولادوں میں بھی نیکی پیدا ہو جائے۔ دین کا چرچا یہی ہے کہ تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی قرآن کریم میں یہی خوبی بیان کی گئی ہے کہ آپ اپنے اہل و عیال کو ہمیشہ نماز وغیرہ کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ یہی اصل خدمت آپ لوگوں کی ہے۔ آپ خود بھی نماز اور ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ کریں اور اپنی اولادوں کو بھی نماز اور ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ جب تک جماعت میں یہ روح پیدا رہے اور لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کا تعلق قائم رہے اور اپنے اپنے درجہ کے مطابق کلامِ الٰہی اِن پر نازل ہوتا رہے اسی وقت تک جماعت زندہ رہتی ہے کیونکہ اس میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی آواز سُن کر اُسے لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور جب یہ چیز مٹ جاتی ہے اور لوگ خدا تعالیٰ سے بے تعلق ہو جاتے ہیں تو اس وقت قومیں بھی مرنے لگ جاتی ہیں۔ پس آپ لوگوں کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور اپنی اولادوں کو بھی ذکرِ الٰہی کی تلقین کرتے رہنا چاہیے۔

پھر تہجد اور ذکرِ الٰہی اور مساجد کی آبادی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کی دماغی نمائندگی انصاراللہ کرتے ہیں جب کسی قوم کے دماغ اور دل اور ہاتھ ٹھیک ہوں تو وہ قوم بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ پس مَیں پہلے تو انصار کو یہ توجہ دلاتا ہوں ان میں سے وہ ہیں جو صحابی ہیں یا کسی صحابی کے بیٹے ہیں (اور اسوقت یہاں کافی صحابہ کی اولاد میں سے بھی ہیں) یا کسی صحابی کے شاگرد ہیں۔ اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا اُن کا کام ہے۔ اُن کو تہجد، ذکرِ الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہیے کہ نوجوان اُن کو دیکھ کر خود ہی اِن باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اصل میں تو جوانی کی عمر ہی وہ زمانہ ہے جس میں تہجد، دعا اور ذکرِ الٰہی کی طاقت بھی ہوتی ہے اور مزہ بھی آتا ہے۔ لیکن عام جوانی کے زمانے میں موت اور عاقبت کا خیال کم ہوتا ہے اس وجہ سے نوجوان غافل ہو جاتے ہیں لیکن نوجوانی میں اگر کسی کو یہ توفیق مل جائے تو وہ بہت ہی مبارک وجود ہوتا ہے۔ پس ایک طرف تو مَیں انصاراللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے نمونے سے اپنے بچوں اپنے ہمسایوں کے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو زندہ کریں اور دوسری طرف مَیں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اتنا اعلیٰ نمونہ دکھائیں کہ نسلاً بعد نسلاً اسلام کی روح زندہ رہے۔ پس آپ نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد باندھا ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام استعدادوں کو بروئے کار لائیں۔

جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ تعلق باللہ کو بڑھائیں۔ دعاؤں اور نمازوں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ تہجد میں بھی باقاعدگی اختیار کریں۔ اپنی راتوں کو زندہ کریں۔ اپنے بچوں اپنے احمدی ماحول کے بچوں کی تربیت کی فکر اپنے اندر پیدا کریں۔ بعض والدین بڑی پریشانی اور فکر کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے بچے جوانی کو پہنچ کر ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں یا نکل گئے ہیں تو بہرحال جو وقت ہماری کمزوریوں کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا اور ہماری اولاد میں سے اگر کوئی بے دینی کی طرف چل پڑا ہے تو پیار سے محبت سے اُسے واپس لانے کی کوشش کریں۔ اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے اس کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ گو ایسی ایک آدھ مثال ہی ملتی ہے لیکن ہم اپنا ایک بھی بچہ کیوں ضائع ہونے دیں!۔ بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رہیں۔ کیونکہ اب خلافت کی وابستگی کے ساتھ ہی آپکی زندگی اور بقا ہے ویسے بھی اپنی اولاد کے رائی ہیں آپ لوگ۔ اور ہر رائی سے پوچھا جائے گا اس کی رعایا کے بارہ میں۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یاد رکھو تمہارا نام انصاراللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کیلئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو یہ کام نسلاً بعد نسلاً چلتا چلا جاوے اور اس کے دو ذریعے ہو سکتے ہیں ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور اس میں خلافت کی محبت قائم کی جائے اور اگر تم حقیقی انصاراللہ بن جاؤ اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی۔

فرمایا کہ آپ نے انصار کا نام قبول کیا ہے تو

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

صحابہ جیسی محبت بھی پیدا کریں۔آپ کے نام کی نسبت خداتعالیٰ سے ہے اور خداتعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے تمہیں بھی چاہیے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ انصار کے نام کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھو۔اور ہمیشہ دین کی خدمت میں لگے رہو۔کیونکہ اگر خلافت قائم رہے گی تو اس کو انصار کی بھی ضرورت ہوگی ، خدام کی بھی ضرورت ہوگی اور اطفال کی بھی ضرورت ہوگی۔ورنہ اکیلا آدمی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اکیلا نبی بھی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حواری دیئے ہوئے تھے اور رسول کریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جماعت دی تھی۔ اسی طرح اگر خلافت قائم رہے گی تو ضروری ہے تو اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ بھی قائم رہیں۔اور جب یہ ساری تنظیمیں قائم رہیں گی تو خلافت بھی خداتعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی انشاءاللہ۔

پھر آپ نے فرمایا کہ انصاراللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی نگرانی کریں تا کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہوکر لوگوں کے سامنے آجائے اور محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے مگر مَیں سمجھتا ہوں جب تک انصاراللہ اپنی ترقی کے لئے صحیح طریق اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔مَیں سمجھتا ہوں بڑی عمر کے لوگوں کو ضرور یہ احساس اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے کہ وہ شباب کی عمر میں سے گذر کر اب ایسے حصۂ عمر میں گذر رہے ہیں جس میں دماغ تو سوچنے کے لئے موجود ہوتا ہے مگر زیادہ عمر گزرنے کے بعد ہاتھ پاؤں محنت، مشقت اور کام کرنے کے قابل نہیں رہتے۔اس کی وجہ سے اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاموں کے سرانجام کے لئے کچھ نوجوان سیکریٹری 40 سال کے اوپر کے مگر زیادہ عمر کے نہ ہوں، مقرر کرلیں جن کے ہاتھ پاؤں میں طاقت ہو اور وہ دوڑنے ، بھاگنے کا کام آسانی سے کرسکیں۔تا کہ ان کاموں میں سُستی اور غفلت کے آثار پیدا نہ ہوں۔

آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر 40 سال سے 55 سال کی عمر تک کے لوگوں پر نظر دوڑاتے تو ضرور اس عمر کے لوگوں میں ایسے لوگ مل جاتے جن کے ہاتھ پاؤں بھی ویسے ہی چلتے ہیں جیسے اُن کے دماغ چلتے ہیں۔اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 40 سال سے 55 سال تک کے لئے بعد میں انصاراللہ کی صف دوم کا قیام فرمایا اور اس کے لئے ایک نائب صدر بھی علیحدہ ہوتا ہے تو جو بڑی عمر سے ان لوگوں کو چاہیے کہ جو 40 سال سے 55 سال کی عمر تک کے ہیں کہ بڑوں سے تجربہ حاصل کریں۔اور بڑوں کو چاہیے کہ اپنے تجربے سے اس عمر کے انصار کو تربیت دیں اور اُن کو راہنمائی کریں اور برداشت کرنے کا بھی مادہ پیدا کریں۔ یہ نہیں کہ ہم بڑے ہیں تو اس لئے ہمارے پاس ہی سارے عہدے ہونے چاہئیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک الٰہی قدرت کا کرشمہ ہے کہ ایک زمانہ انسان پر ایسا آتا ہے جب اس کے جسمانی قویٰ تو نشوونما پاتے ہیں مگر اس کے دماغی قویٰ ابھی پردہ میں ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ ان میں انحطاط واقع ہوجاتا ہے اُن میں گراوٹ آنی شروع ہوجاتی ہے اُن میں کمی شروع ہوجاتی ہے۔ انحطاط نہیں بلکہ قویٰ دماغیہ ایک پردے کے اندر رہتے ہیں اور یہ زمانہ وہ ہوتا ہے جو 25 سال سے 40 تک کی عمر کا ہے۔لیکن پھر اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آتا ہے جو جسم میں نشوونما اور ارتقاء کی طاقت تو نہیں رہتی مگر جو اسے کمال حاصل ہوچکا ہوتا ہے وہ قائم رہتا ہے۔یہی وہ زمانہ ہے جس میں خداتعالیٰ عام طور پر نبیوں کو اصلاح خلق کے لئے کھڑا کیا کرتا ہے گویا یہ زمانہ بَلَغَ اَشُدَّہٗ کا زمانہ ہوتا ہے، طاقتیں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ پس جب مَیں نے انصاراللہ میں شمولیت کے لئے 40 سال سے اوپر کی شرط رکھی تو اس کے معنے یہ تھے کہ کام کرنے کا بہترین زمانہ انہیں حاصل تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے ہم انصار کی عمر کو پہنچ گئے ہیں اس لئے اب ہم کچھ نہیں کرسکتے۔فرمایا کہ بشرطیکہ اس عمر والوں سے فائدہ اٹھایا جاتا مگر مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس حکمت کو نہ سمجھا اور کام اُنہی لوگوں کے سپرد رکھا جو زیادہ عمر کے ہیں۔حالانکہ اگر سارے کے سارے کام اُن لوگوں کے سپرد کردئے جائیں جو 60 سال سے اوپر یا 70 سال کے قریب ہوں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگوں کے پاس دماغ تو ہوگا مگر کیونکہ کام کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں ہوں گے اس لئے وہ کام خراب ہوجائے گا۔مفید نتائج کا حاصل نہیں ہوگا۔لیکن الحمدللہ جب سے صف دوم قائم ہوئی ہے، ہر طرح کے انصار اپنے کاموں میں شامل ہوتے ہیں تو عاملہ کے ممبران کے علاوہ بھی جو دوسرے انصار ہیں مجلس عاملہ کو اور انصاراللہ کی تنظیم کو کوشش کرنی چاہیے کہ اُن کو بھی زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں شامل کریں اور ایسے لوگ جو ایک عمر کے بعد مایوس ہونا شروع ہوجاتے ہیں اُن کو مایوسی سے نکالیں۔اُن کی مایوسی دور کریں۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ مَیں نے کہا صف دوم کی وجہ سے نئی قوت اور ہمت پیدا ہوچکی ہے انصاراللہ میں۔اب انصاراللہ کا وہ تصور نہیں ہے کہ 40 سال سے اوپر نکلے اور جو بھی کام کرتے تھے پہلے، وہ اب ختم ہوجائیں اور آج کی کھیلوں میں آپ نے اندازہ لگالیا کہ نوجوانوں کے نوجوانوں نے، خدام الاحمدیہ کو بھی ہرادیا رسہ کشی میں۔ تو الحمدللہ جہاں یہ خوشی ہے انصاراللہ کے لئے وہاں خدام الاحمدیہ کے لئے فکر کا مقام بھی ہے کہ بوڑھے اُن سے آگے نکل گئے ہیں۔ان کاموں میں تو کم ازکم ان کو آگے نکلنا چاہیے۔

بس یہ چند گزارشات تھیں اس پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہمت سے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے تبلیغ کے کام کو بھی، تربیت کے کام کو بھی اور عبادت کو بھی حقیقی رنگ میں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔

(رپورٹ: محمود احمد ملک)

تعارف کتب

(ع۔ب۔شاہد)

نام کتاب: **حیاتِ خالد۔**
مؤلف: یوسف سہیل شوق، عطاءالمجیب راشد۔
اشاعت : مارچ ۲۰۰۸ء۔

نصف صدی سے زیادہ آسمان احمدیت پر چمکنے والے درخشندہ ستارے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب ایک منفرد خطیب، ایک صاحب طرز مصنف، ایک کامیاب مناظر، ایک شفیق و ہمدرد استاد، ایک عظیم مبلغ ومربی، ایک مفید ونافع عالم باعمل کے ذکر خیر پر مشتمل ایک دیدہ زیب کتاب ’’حیاتِ خالد‘‘ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

حضرت استاد محترم کی سیرت و سوانح کی اشاعت کی خواہش و مطالبہ تو آپ سے استفادہ کرنیوالے جماعت کے ان گنت افراد کو تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی جلد اشاعت کا بار بار مطالبہ ہوتا رہا مگر کسی نے صحیح کہا ہے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور پھر یہ بھی کہ دیر آید درست آید۔کتاب کو دیکھ کر ہی انتظار کی کوفت خوشی میں بدل جاتی ہے۔

بنیادی طور پر اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں ہمارے مرحوم بھائی یوسف سہیل شوق صاحب کا حسن صحافت و ادارت نمایاں ہے تاہم مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن نے بھی ایک لمبا عرصہ اس اہم کتاب پر محنت کی اور اس طرح سیرۃ وسوانح کی کتابوں میں یہ ایک مفید اور اچھا اضافہ ہے ۔ مندرجات کتاب میں ایک عمدہ ترتیب ہے۔جس کی وجہ سے قاری کی دلچسپی میں برابر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔۴۰۹ صفحات کی یہ ضخیم کتاب پڑھنے کے بعد بھی یہی دل چاہتا ہے کہ یہ ایمان افروز پر لطف داستان ابھی ختم نہ ہو اور ہم اس عالم باعمل کی نصیحت آموز عارفانہ باتوں سے اور استفادہ کرسکیں۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی قابل رشک زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے تین خلفاء کے ساتھ بھرپور خدمات کی توفیق پائی اور تینوں نے آپ کی خدمات کو بڑے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔خلافت رابعہ کا زمانہ تو آپ کو نہ ملا تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ متعدد اہم جماعتی امور میں آپ برابر شریک ہوتے رہے۔

اپنی طرف سے کسی تبصرہ کی بجائے حضرت مولانا صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کے ارشادات پیش کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ پتہ چلنے پر کہ حضرت مولانا صاحب کو مولوی فاضل کے امتحان میں اوّل پوزیشن آنے پر یونیورسٹی کی طرف سے ۳۰ روپے ماہوار وظیفہ کی پیشکش ہوئی ہے۔فرمایا:

’’جسے ہم مسیحانفس بنانا چاہتے ہیں اسے تیس روپے میں گرفتار کرانے کے لئے تیار نہیں‘‘۔

اسی طرح مولوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنے قلم سے ’’بہت ہی ہونہار نوجوان‘‘ کے الفاظ سے یاد فرمایا۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضور نے آپ کو کئی مواقع پر اپنا نمائندہ مقرر فرمایا اور یہاں تک لکھا کہ ’’......میری طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے مباحثہ کریں اور ان کا ساختہ پرداختہ کلی طور پر میری طرف سے سمجھا جائے گا۔‘‘

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت مولانا صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

’’......دونوں جانے والوں کی زندگیاں ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ابوالعطاء صاحب نے بھی بالکل جوانی کی عمر سے ہی خداتعالیٰ کی راہ میں خدمت شروع کی اور آپ ایک بے نفس انسان تھے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ، مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کے نام اپنے خط میں اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ’’......آپ جانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب سے مجھے کتنی گہری محبت تھی ایک قلبی اور روحانی لگاؤ تھا۔ان کا اچانک رخصت ہوجانا دل میں گہرا گھاؤ ڈال گیا ہے۔آپ کا غم بانٹا تو نہیں جاسکتا لیکن بغیر بانٹے ہی یہ سینکڑوں ہزاروں دوسرے ظروف میں حصہ رسدی چھلک رہا ہے۔ میں نہیں جانتا کیسے آپ سے اظہار ہمدردی کروں لیکن یہ جانتا ہوں کہ میرے دل میں بھی یہ غم چھلک رہا ہے اور حضرت مولوی صاحب کی پاکیزہ یاد کبھی دل سے مٹائی نہ جائے گی۔‘‘

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ حضرت مولانا صاحب کو انسان کے روپ میں فرشتہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔’’بہرحال اس وقت کے بزرگوں پر جب آدمی نظر دوڑاتا ہے تو چیدہ چیدہ بزرگوں میں ایک تصویر حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی ابھرتی ہے پگڑی پہنے ہوئے ، موسم کی مناسبت سے ٹھنڈا یا گرم کوٹ زیب تن کئے، ہاتھ میں چھڑی، پرسکون چہرہ، زیرلب دعائیں کرتے ہوئے ایک بزرگ چلے جارہے ہیں۔سلام کا جواب دیں یا خود سلام کریں چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ فوری طور پر آجاتی تھی۔کبھی تانگے پر بیٹھے نظر آرہے ہیں اور نظر آتا تھا کہ یہ تمام لوگ انسانوں کے روپ میں فرشتے ہیں جن کی دنیا کی طرف نظر کم ہے اور دین کی بہتری کے لئے سوچوں میں غرق ہیں لیکن اس کے باوجود ماحول سے لاتعلق نہیں۔‘‘(حیات خالد صفحہ ۸)

حیات خالد کے سولہ باب ہیں جن میں بڑے سلیقے وقرینے سے استاد محترم کی زندگی کے حالات آپ کے علمی کارنامے آپ کا جذبۂ وجوش تبلیغ اور آپ کا انداز تعلیم وتربیت وغیرہ تمام پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ یہ مفید ودلچسپ کتاب ہر احمدی گھر میں موجود ہو اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوں اور سب ہی اس سے استفادہ کریں۔

یوسف سہیل شوق صاحب مرحوم ، مولانا عطاء المجیب صاحب اور تمام دوسرے رفقاء ومعاونین جنہوں نے اس قیمتی تالیف میں کسی طرح بھی حصہ لیا ہے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں انہوں نے ایک جماعتی امانت کی ادائیگی کی بہت اچھی کوشش کی ہے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

روزنامہ "الفضل" ربوہ کے "سیدنا طاہرؒ نمبر" میں حضورؒ کے معالج اور معروف احمدی کارڈیالوجسٹ، مکرم ڈاکٹر مسعودالحسن نوری صاحب کا ایک انٹرویو (مرتبہ: مکرم محمد محمود طاہر صاحب) شامل اشاعت ہے جس میں انہوں نے حضورؒ کی بیماری اور وفات کے بعد کی روداد مختصراً بیان کی ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتھک محنت اور زمانہ بھر کے زخم اپنے سینہ میں لئے ہوئے ستر سال کی عمر میں قدم رکھا تو آپؒ کو ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس اور خون میں کولیسٹرول کی زیادتی ہوگئی تھی جس کی وجہ Stress اور Strain بھی تھا۔ ان علامات کی موجودگی میں اس عمر میں دل کا عارضہ بھی لاحق ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود حضورؒ انتہائی تن دہی کے ساتھ خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ ۱۹۹۹ء میں بیماری کا آغاز ہوا جس کی شدت ۲۰۰۲ء میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ ۲۰۰۲ء میں جب آپؒ کی اینجو پلاسٹی ہوئی تو ڈاکٹر سٹیفن جیکنز نے اس شبہ کا اظہار کیا کہ حضورؒ کو ایک عرصہ قبل ہلکا سا دل کا حملہ ہو چکا ہے جس پر آپؒ نے بتایا کہ ۱۹۹۸ء میں دورہ امریکہ کے دوران سینہ میں درد ہوئی تھی۔

حضورؒ بیماری کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے اور شدید بیماری میں بھی کبھی بے صبری کا کلمہ استعمال نہیں کیا اور نہ ہی اپنی شدید تکلیف کا اظہار کیا۔ بیماری کو عام تقدیر کے طور پر لیا اور اس کے مطابق تدبیر کرتے ہوئے جماعتی کام معمول کے مطابق چلاتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں جب جلسہ کے دنوں میں طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو مختلف ٹسٹوں میں یہ بات سامنے آئی کہ حضورؒ کو دل کی تکلیف بھی ہے۔ اس پر ڈاکٹر جیکنز (جو ڈاکٹر نوری صاحب کے استاد بھی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیماری کے دوران پاکستان تشریف لاکر حضورؒ کا معائنہ کرنے والوں میں شامل تھے) نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی رہائش گاہ میں تشریف لاکر حضورؒ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ حضورؒ کو اینجوگرافی کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے لندن کے بہترین ہسپتال سینٹ تھامس ہسپتال کا انتخاب کیا گیا جو دریائے ٹیمز کے کنارے سنٹرل لندن میں واقع ہے۔ اس کی بارھویں منزل پر کمرہ نمبر ۸ حضورؒ کے لئے بُک ہوا جس کا باہر کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ ہسپتال کے سٹاف کو جب معلوم ہوا کہ ایک عالمی جماعت کے سربراہ آرہے ہیں تو انہوں نے انتہائی محبت اور احترام سے استقبال کیا اور خصوصی خیال رکھا۔ ڈاکٹر جیکنز نے اینجوگرافی کی جو نصف گھنٹہ میں مکمل ہوئی پھر ڈیڑھ گھنٹہ اینجو پلاسٹی میں لگا۔ یہ مرحلہ بہت کامیاب رہا۔ حضورؒ ۱۴/اکتوبر ۲۰۰۲ء کا ایک دن ہسپتال میں گزار کر اگلے روز واپس گھر تشریف لے آئے۔ حضورؒ ہسپتال میں بار بار یہی فرماتے کہ کتنی دیر میں مسجد جاکر نمازیں پڑھاسکوں گا۔ بیماری کی کمزوری اور آپریشن کے بعد آرام کی ضرورت تھی لیکن حضورؒ کی لذت نماز میں ہی تھی۔ گھر واپس آنے سے قبل حضورؒ نے ڈاکٹر جیکنز سے خوشی کا اظہار فرمایا کہ یہ سارا عمل بہت آرام سے ہوا ہے۔

اینجو پلاسٹی کے بعد حضورؒ کے دل کی حالت خدا کے فضل سے تسلّی بخش ہوگئی لیکن ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور ہائی کولیسٹرول سے صرف دل ہی متأثر نہیں تھا بلکہ خون کی ایک بڑی نالی جو دماغ اور سر کی طرف جاتی تھی، اس میں بھی رکاوٹ تھی جس کی وجہ سے خاص کر ٹانگوں میں کمزوری پیدا ہو رہی تھی اس کے آپریشن کے لئے لندن برج ہسپتال کا انتخاب کیا گیا لیکن علاج کے لئے بنیادی ٹیم وہی تھی جو پہلے ہسپتال میں تھی۔ لندن برج ہسپتال کا Intensive Care Unit لندن کا بہترین یونٹ سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر پیٹر ٹیلر ویسکولر کو اس آپریشن کے لئے منتخب کیا گیا۔ ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۲ء کو حضورؒ آپریشن کے لئے ہسپتال میں داخل ہوئے، اگلے روز آپریشن ہوا اور ۷/نومبر کو حضور گھر تشریف لے آئے اور اُسی روز سے ڈاک بھی ملاحظہ فرمانی شروع کر دی۔ ۱۱/نومبر سے فزیو تھراپسٹ نے گھر پر علاج شروع کیا اور ۵/دسمبر ۲۰۰۲ء کو رمضان کی اختتامی دعا کے لئے حضورؒ مسجد فضل لندن میں تشریف لائے۔

ڈاکٹر پیٹر ٹیلر نے مذکورہ آپریشن سے پہلے وضاحت کے ساتھ حضورؒ کو بتایا تھا کہ اس آپریشن کے نتیجہ میں پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ کہ آپریشن نہ ہونے سے تکلیف بڑھ سکتی ہے لیکن آپریشن ہونے سے صحت میں بہتری کے امکانات نہیں ہیں بلکہ صرف صحت میں مزید انحطاط رُک جائے گا۔ حضورؒ کے سامنے جب ڈاکٹرز کے پینل نے ساری باتیں پیش کیں تو حضورؒ نے آپریشن پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جو تدبیر ہے وہ پورے طور پر ہونی چاہئے، باقی سب تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

حضورؒ کو احباب جماعت سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ جب آپریشن سے کچھ دیر قبل حضورؒ کو بتایا گیا کہ جماعت دعائیں بھی کر رہی ہے تو یہ سنتے ہی حضورؒ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور اتنے آنسو بہے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضورؒ نے پوچھا کہ احباب کو کس طرح پتہ چلا کہ آپریشن ہونے والا ہے۔ عرض کیا گیا کہ MTA پر اعلان ہو رہے ہیں۔ حضورؒ کو اس بات کا بے انتہا دکھ تھا کہ احباب جماعت کو میری وجہ سے اس قدر تکلیف ہو رہی ہے۔ اس بات کا دکھ نہیں تھا کہ آپریشن کس قدر پیچیدہ ہے اور اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

ڈاکٹر نوری صاحب نے مزید بیان کیا کہ اسی طرح کا ایک واقعہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں ہوا جب حضورؒ کو پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی تو ڈاکٹرز نے مشورہ دیا کہ حضورؒ دن کے کسی حصہ میں سیر کے لئے باہر جایا کریں۔ چنانچہ حضورؒ نے رچمنڈ پارک میں جانا شروع کر دیا جو مسجد سے بیس منٹ کے فاصلہ پر تھا اور اس کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ ایک روز سیر سے واپسی پر کار میں مَیں نے دیکھا کہ حضورؒ گہری سوچ میں ہیں۔ قریباً پندرہ منٹ بعد حضورؒ نے سامنے کی طرف دیکھا اور تھوڑا سا مسکرائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب جماعت پیدا کی ہے اور روئے زمین پر ایسی جماعت دیکھنے میں نہیں آتی۔ حضورؒ سوچ رہے تھے کہ حضورؒ کی بیماری میں اتنے خطوط اور پیغامات موصول ہوئے ہیں اور اتنے صدقات دیئے جارہے ہیں جبکہ اس زمانہ میں یہ نظارہ کسی دوسری شخصیت کے لئے نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ بات کہتے ہوئے حضورؒ آبدیدہ ہوگئے۔ مَیں نے عرض کیا: حضور! آپ جیسا شخص بھی روئے زمین پر اس زمانہ میں کوئی نہیں ہے۔ اس پر عاجزی و انکساری میں آپؒ نے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ لیا اور سر سے نفی کا اظہار بھی فرمایا۔

آپریشن کے بعد حضور ایک ہفتہ کے قریب ہسپتال میں رہے۔ آپ کو آپریشن کے دوران قے آئی تھی جو سانس کی نالی میں چلی گئی جس سے نمونیہ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد حضورؒ کو مصنوعی سانس کی مشین پر رکھا گیا۔ عام طور پر اتنی بیماریوں کے مریض کی کیفیت اگر ایسی ہو جائے تو اس کے بچنے کی امید نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص فضل کیا اور حضورؒ کو صحت ہوئی اور ایک طرح سے نئی فعال زندگی عطا فرمائی گئی۔ چوٹی کے ڈاکٹر جو علاج کر رہے تھے، وہ بحالی صحت کے اس عمل کو طبی معجزہ قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر نک لیوسیف (نیوروفزیشن) نے اپنی رپورٹ میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضورؒ کے پیچیدہ آپریشن کے بعد شفاء کو معجزہ قرار دیا۔ ڈاکٹر جیکنز نے کہا: ہماری زندگی میں یہ معجزہ رونما ہوا ہے۔

ہسپتال میں حضورؒ کا زیادہ وقت دعاؤں میں گزرتا تھا اور کوئی موقعہ ایسا نہیں ہوتا تھا جب آپؒ کے ہونٹ دعائیں کرتے ہوئے ہلتے دکھائی نہ دیتے ہوں۔ آپؒ جس طرح دوسروں سے ملتے تھے اس سے اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ آپ اس قدر پیچیدہ بیماری سے گزر رہے ہیں۔ ہسپتال کے ڈاکٹر اور سٹاف آپؒ کو His Holiness کہہ کر پکارتے۔ پہلے آپؒ کو "گڈ مارننگ حضور" کہتے اور پھر بیٹھنے کی اجازت طلب کرتے۔ کئی لوگ اس قدر احترام کرتے کہ جب کمرہ سے باہر نکلتے تو حضورؒ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے، خصوصاً ڈاکٹر جیکنز کا یہ طریق تھا۔ سپیشلسٹ کنسلٹنٹ عموماً گھر پر مریض کو دیکھنے نہیں جاتے لیکن حضورؒ کے معائنہ کے لئے وہ سب حضورؒ کے فلیٹ پر تشریف لاتے رہے اور صرف اُن معائنوں کے لئے حضورؒ کو ہسپتال جانا پڑتا تھا جن کے لئے خاص آلات استعمال ہوتے ہیں۔

ایک انگریز خاتون ڈاکٹر (جو آپریشن سے پہلے انستھیزیا دیتی ہیں) انہوں نے حضورؒ سے کہا کہ وہ رومن کیتھولک ہیں اور اُن کا تأثر ہے کہ جو محبت اور خلوص حضورؒ کی جماعت کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے وہ کسی اور مذہبی فرقہ حتیٰ کہ پوپ کے ماننے والوں میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ہاتھ باندھ کر حضورؒ کے سامنے ایسے کھڑی ہوتی تھیں کہ شبہ پڑتا تھا کہ یہ احمدی ہیں۔

مکرم ڈاکٹر نوری صاحب نے بتایا کہ حضورؒ کو وفات سے پہلے چند دن سے فلو کی شکایت تھی۔ اس تناظر میں مَیں بعد مشورہ و ہدایت ۱۷/اپریل ۲۰۰۳ء کو لندن روانہ ہوا۔ لندن پہنچ کر حضورؒ کے فلیٹ پر حاضر ہوا تو حضورؒ آرام کرسی پر الفضل کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ مَیں نے جب معائنہ کیا تو سوائے کمزوری کے کوئی ایسی علامت نہیں دیکھی کہ آئندہ ۳۶ گھنٹوں میں رونما ہونے والے عظیم سانحہ کا انداز ہوتا۔ مَیں نے ڈاکٹر جینکنز سے بھی مشورہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ پانچ روز قبل انہوں نے حضورؒ سے ایک ملاقات کی ہے جو بہت بھرپور تھی اور ایک عرصہ بعد وہ حضورؒ کی ملاقات سے بہت لطف اندوز ہوئے اور اس ملاقات میں عراق اور دیگر عالمی مسائل اور جماعت کے حوالہ سے بھی حضورؒ نے اُنہیں بہت سی باتیں بتائی تھیں۔

ماہنامہ "مصباح" ربوہ کے سیدنا طاہر نمبر میں مکرم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب نے ایک عربی نظم میں حضورؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اس نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

وَلَقِيْتَ رَبَّكَ رَاضِياً
وَلَقَدْ حَيِيْتَ مُظَفَّرَا
يَا سَيِّدِىْ أَلْفَيْتُكَا
أَنْدَى الرِّجَالِ وَ مُؤْثِرَا
يَا رَبِّ فَارْحَمْ رَاحِلاً
وَازْرْ اِمَامَاً حَاضِرَا

☆ آپ راضی برضا اپنے ربّ کے حضور حاضر ہوگئے اور زندگی بھر مظفر و منصور رہے۔

☆ اے آقا! مَیں نے آپ کو تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی اور صاحبِ ایثار پایا ہے۔

☆ یا ربّ! رحلت فرمانے والے کو آغوشِ رحمت میں لے لے اور موجودہ امام کو قوت و طاقت عطا فرما۔

۱۸؍اپریل ۲۰۰۳ء کی صبح حضورؒ نے قرآن کریم کا دَور مکمل کیا۔ جمعہ کے بعد مَیں نے حضورؒ کا معائنہ کیا۔ حضورؒ بہت خوش و خرم تھے اور اپنی بیماری کا احساس بھی نہ تھا۔ شام کو بھی حضور مجلس عرفان سے بہت خوش تھے جس کا اظہار حضورؒ نے گھر جاکر بھی کیا۔ مغرب و عشاء کی نمازیں ٹانگوں میں کمزوری کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر پڑھائیں۔ رات کو صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ سے فرمایا کہ آج تو مجھے کھانے میں بھی بہت مزہ آیا۔

۱۹؍اپریل کو گیارہ بجے مَیں نے حضورؒ کی خدمت میں معائنہ کے لئے حاضر ہونا تھا۔ اُس دن حضورؒ حسب معمول نماز کے لئے بیدار ہوئے، فجر کی نماز بیڈروم میں ہی ادا کی اور پھر پون گھنٹہ کے قریب تلاوت قرآن کریم فرمائی اور اس کے نئے دَور کا آغاز کیا۔ مکرم مرزا لقمان احمد صاحب جو کچھ عرصہ سے حضورؒ کے کمرہ میں ہی حضورؒ کے قدموں کی طرف سویا کرتے تھے اور جب حضورؒ نماز کے لئے بیدار ہوتے تو میاں لقمان صاحب دوسرے کمرہ میں چلے جاتے۔ وہ بتاتے ہیں کہ چند دنوں سے حضورؒ کی آواز کھانسی کی وجہ سے اچھی نہ تھی لیکن ۱۹؍اپریل کو بڑی خوش الحانی سے صاف آواز کے ساتھ تلاوت کی۔ چھ بجے کے قریب حضورؒ دوبارہ آرام کے لئے لیٹ گئے۔ ساڑھے نو بجے کے قریب حضورؒ ناشتہ کے لئے اٹھا کرتے تھے۔ بی بی فائزہ حضورؒ کا ناشتہ تیار کرتی تھیں۔ ناشتہ کے بعد حضورؒ جماعتی کاموں میں مصروف ہو جاتے تھے۔

میاں لقمان صاحب ساڑھے نو کے کچھ بعد حضورؒ کے پاس آئے اور سلام کیا لیکن جواب نہ ملا۔ انہوں نے قریب آکر دیکھا تو حضورؒ سانس بھی نہیں لے رہے تھے۔ انہوں نے مجھے فون کیا۔ مَیں تیار ہی بیٹھا تھا، بھاگتا ہوا حضورؒ کے فلیٹ پر پہنچا۔ حضورؒ اپنی دائیں کروٹ لیٹے ہوئے تھے اور آپؒ کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے جیسے نماز کے لئے باندھتے ہیں۔ سانس نہیں آرہا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضورؒ سوئے ہوئے ہیں۔ نبض بھی نہیں تھی، دل کی دھڑکن بھی نہیں سنی گئی۔ حضورؒ کی وفات ہو چکی تھی۔ حضورؒ نے سفید شلوار قمیص زیب تن کیا ہوا تھا اور دلائی کاندھوں تک آئی ہوئی تھی۔ چہرہ بہت پُرسکون اور نورانی تھا۔ جسم ابھی تک گرم تھا اور اندازاً نصف گھنٹہ قبل حضورؒ کی وفات ہوئی تھی۔ حضورؒ کے تکیے کے نیچے حضورؒ کی ”الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ“ کی انگوٹھی پڑی تھی جسے میاں لقمان صاحب نے اٹھا کر جیب میں ڈال لیا اور جیب کو اوپر سے سی لیا۔ یہ انگوٹھی بعد میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو پہنائی۔

حضورؒ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو سنت کے تمام طریقوں پر عمل کیا ہوا تھا۔ مکمل وضو، نماز فجر کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، دائیں طرف لیٹے ہوئے اور سفید لباس میں ملبوس تھے۔ بی بی فائزہ صاحبہ کو خبر ملی تو قریب آکر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنے لگیں۔ بعد میں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کو اطلاع دی گئی اور اُن کی زیر ہدایت باقی امور سرانجام پاتے رہے۔

۱۸؍اپریل کو بروز جمعہ حضورؒ نے اپنی داڑھی کا خط بنوایا جو میاں لقمان صاحب نے کیا۔ اس کے اترے ہوئے کچھ بالوں کے بارہ میں حضورؒ نے فرمایا کہ یہ ڈاکٹر نوری صاحب کو دیدیں، وہ مجھ سے بہت تعلق رکھتے ہیں۔

وفات کے بعد جسد اطہر کو اسی کمرہ میں رکھ کر برف اور ایئرکنڈیشنر کا انتظام کر دیا گیا۔ جسد اطہر کی Embalming کروائی گئی۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اس عمل میں خون کی نالی میں خاص دوائی دی جاتی ہے جس سے جسم محفوظ رہتا ہے۔ اس کے بعد غسل کا مرحلہ شروع ہوا جو رات بارہ بجے مکمل ہوا۔ دو تابوت خریدے گئے تھا۔ ایک عارضی تھا جس میں جسد اطہر کو دیدار کے لئے رکھا گیا اور اس کے اوپر شیشہ لگا ہوا تھا۔ دوسرا تابوت ایلومینئم کا تھا جس میں آپ کی امانتاً تدفین ہوئی۔ اس تابوت کو سیل کیا جاسکتا تھا۔ ۲۰؍اپریل کی صبح محمود ہال میں دیدار کروایا جانے لگا اور چھ چھ گھنٹے کے بعد مطلوبہ خنکی پہنچانے کیلئے کمرہ بند کر دیا جاتا۔

انٹرویوز

ماہنامہ ”مصباح“ ربوہ کی خصوصی اشاعت ”سیدنا طاہر نمبر“ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی بعض خواتین کے انٹرویوز بھی شامل اشاعت ہیں جن میں انہوں نے حضورؒ کی سیرت کے حوالہ سے آپ کی محبت و شفقت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

☆ حضرت سیدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ میرے ساتھ حضورؒ کا بہت گہرا تعلق تھا، لیکن بے تکلّفی کے ساتھ احترام کا پہلو ہمیشہ مدّنظر رکھا۔ سب سے ہنسی مذاق کرتے لیکن کبھی کسی کی دلآزاری نہ کی۔ بہنوں، بیوی، بیٹیوں کا بے حد خیال رکھتے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ ملازمین کے ساتھ مل کر کام کرتے اور اُن کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے۔ خود بے حد محنت کے عادی تھے۔ صبح صبح دودھ کی بالٹی پکڑ کر سائیکل پر زمینوں پر جاتے اور پھر واپس آکر نہا کر نماز پڑھنے چلے جاتے۔

☆ محترمہ صاحبزادی امۃالباسط صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضورؒ بچپن سے ہی بہت نڈر اور بہادر تھے۔ ایک بار چڑیا گھر کی سیر کے دوران چھلانگ لگا کر شیر کے جنگلے میں چلے گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے پہرہ دار مکرم عبدالاحد خان صاحب نے دوڑ کر آپؒ کو باہر نکالا۔ سب گھبرائے ہوئے تھے لیکن آپؒ کے چہرہ پر خوف کے کوئی آثار نہ تھے۔

پھر آپؒ اتنے شرارتی تھے کہ جب ہم لڑکیاں اپنے گڈے گڑیا کی شادی کرتیں تو آپ اپنے دوستوں کے ساتھ آتے اور ہمارا پکا ہوا کھانا کھا جایا کرتے۔ ایک روز ہم نے کمرہ بند کر کے شادی کا اہتمام کیا تاکہ لڑکوں کی مداخلت کا امکان نہ رہے۔ ابھی کھانا شروع کرنا ہی تھا کہ یوں محسوس ہوا کہ دروازہ پر حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے ہیں۔ ہم نے کنڈی کھول دی۔ دیکھا تو حضورؒ تھے۔ آپؒ نے ایک بکرا پکڑا ہوا تھا جس سے ڈر کر لڑکیاں بھاگ گئیں اور حضورؒ نے اپنے دوستوں کے ساتھ شادی کے کھانے مزے سے کھائے۔

آپ بیان فرماتی ہیں کہ ایک بار مَیں نے سوال و جواب کی مجالس کے حوالہ سے حضورؒ سے پوچھا کہ کبھی پھنسے بھی ہو۔ فرمایا: ایک بار پھنسنے لگا تھا جب ایک آدمی نے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین دن کے بعد سولی سے زندہ اُتر آئے تو آپ اپنا ایک آدمی ہمارے سپرد کردیں۔ ہم اُسے ایک گھنٹہ کے لئے سولی پر لٹکادیں گے، اگر وہ زندہ اُتر آیا تو آپ کو سچا مان لیں گے۔ یہ سن کر پہلے مَیں گھبرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور مَیں نے کہا کہ آپ مانتے ہیں کہ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن تک رہے۔ آپ اپنا ایک آدمی دیدیں، ہم اُسے مچھلی کو کھلواتے ہیں، اگر وہ زندہ بچ گیا تو ہم تمہیں سچا مان لیں گے۔

حضورؒ نہایت مضبوط عزم اور بلند حوصلہ کے مالک تھے۔ دوسروں کا بے حد خیال رکھتے۔ آپؒ کی ایک بچی اُس وقت فوت ہوئی جب کچھ ہی دیر بعد آپؒ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے بھائی کا ولیمہ تھا۔ آپؒ نے اپنی بیوی کی خوشی کی خاطر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ بچی فوت ہوگئی ہے۔ فنکشن ختم ہونے پر بتایا۔ اسی طرح ایک اَور بچی جلسہ سالانہ کے آخری دن وفات پاگئی۔ آپؒ جلسہ کی ڈیوٹیوں سے فارغ ہوکر لوگوں کو دوائیں دیتے رہے۔ پھر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے آکر فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جنازہ پر آپؒ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ یہ سن کر شرمندہ ہوئے لیکن آپؒ کو خیال تھا کہ بچی تو فوت ہو ہی گئی ہے مگر جو لوگ دُور دُور سے آئے ہیں، اُن کو دوائیں ضرور دینی ہیں۔

خصوصاً نماز پڑھنے کا آپؒ کو بہت خیال رہتا۔ اگر مسجد میں نماز باجماعت نہ پڑھ سکتے تو کئی بار ہمارے ہاں آجاتے اور ہمیں شامل کرکے نماز باجماعت پڑھتے۔ بہت سادہ طبیعت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیماری کے دوران مَیں بھی اسلام آباد میں تھی۔ آپؒ کو اپنا کچھ ہوش نہ تھا، شدید گرمی میں ڈرائینگ روم کے ایک طرف ایک تکیہ لے کر سو جاتے۔ کھانے کو کچھ مل جاتا تو کھا لیتے، خود نہ مانگتے۔ شیخوپورہ کے ایک غیر از جماعت گھرانہ میں ٹھہرے تو اُن کے گھر والی نے کہا کہ اس نے بہت بڑا آدمی بننا ہے کیونکہ اتنی سادہ طبیعت بڑے آدمیوں کی ہی ہو سکتی ہے۔

پاکستان بننے کے بعد جب ہمارا رتن باغ میں قیام تھا تو جودھامَل بلڈنگ کے میدان میں مہاجرین کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ جمعداروں نے ہڑتال کر دی تو حضرت مصلح موعودؓ نے خدام کو حکم دیا کہ خود لوگوں کے گھروں کی صفائی کر دیں تاکہ بیماریاں نہ پھیلیں۔ حضورؒ اس کام میں پیش پیش تھے۔ ایک مہاجر عورت کہنے لگی: بچے! تُو تے بڑے گھر دا لگدا ایں، تیرے اُتے کی آفت آئی اے؟

آپ مزید بیان فرماتی ہیں کہ حضورؒ نے بچپن سے تا وفات ہر موقع پر میرا خیال رکھا۔ محترم میر داؤد احمد صاحب کی وفات کے بعد اس قدر دلجوئی فرمائی کہ مَیں اس صدمہ کے اثر سے خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی باہر نکل آئی۔ میرا اور بچوں کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ پھر داماد غلام قادر شہید کی شہادت کے واقعات کے بعد بھی ہمدردی، شفقت اور دلجوئی کا سلوک ایک شفیق باپ کی طرح رکھا۔

☆ محترمہ صاحبزادی امۃالنصیر صاحبہ نے بیان فرمایا کہ میرا اور حضورؒ کا صرف چار ماہ کا فرق تھا۔ آپؒ چھوٹی بہنوں کے ساتھ خوب کھیلتے، مذاق بھی کرتے لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی لڑائی کی ہو یا کسی کی دلآزاری کی ہو۔ شعر و شاعری میں دلچسپی تھی اور جب سب مل کر شعر سناتے تو آپؒ کئی بار فی البدیہہ مزاحیہ شعر کہہ دیتے۔ بڑی بہنوں کا بہت احترام کرتے۔ کبھی وقت ضائع نہ کرتے۔

☆ محترمہ صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ نے بیان فرمایا کہ حضورؒ بے حد محنتی انسان تھے لیکن اَنتھک محنت کرنے کے باوجود اتنے ہشاش بشاش ہوتے اور خوشدلی سے ملتے کہ اپنی تھکن کا اظہار تک نہ ہونے دیتے۔ جہلم میں ہمارے ہاں کبھی کبھی تشریف لاتے تو بہت جلدی میں ہوتے اور صرف چائے پی کر آگے روانہ ہو جاتے۔

آپ مزید بیان کرتی ہیں کہ ایک دوپہر مَیں نے خواب دیکھا کہ حضورؒ فرماتے ہیں: ”آپا طاہرہ، آپا طاہرہ! یہ چونّی لے لو“۔ مَیں چونّی لے کر تکیہ کے نیچے رکھ لیتی ہوں تو آنکھ کھل جاتی ہے۔ امی جان نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ حضورؒ کی بیٹی کا رشتہ مانگو کیونکہ چونّی سے مراد لڑکی ہوتی ہے۔ چنانچہ سیفی اور شوکی کا رشتہ ہوگیا۔ بعد میں اکثر فرماتے: میری چونّی کا کیا حال ہے؟

آپ نے محترمہ بی بی آچھی (حضرت سیدہ صاحبزادی آصفہ بیگم صاحبہؒ) کے حوالہ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضورؒ کو mumps نکلے ہوئے تھے اور ۱۰۳ تک تیز بخار تھا لیکن میرے روکنے کے باوجود بھی خدام کے پروگرام میں شرکت کے لئے اسلام آباد چلے گئے۔ اپنی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے، ہر وقت کام کی دھن تھی۔

ماہنامہ ”مصباح“ ربوہ کے ”سیدنا طاہر نمبر“ میں شامل اشاعت مکرمہ فرح جبیں صاحبہ کا ایک قطعہ ہدیۂ قارئین ہے:

اجل یہ روپ عجب آہ تم نے دکھلایا
ستم کیا ہے بہت یوں جو خود کو منوایا
لیا وہ شخص جو زندہ تھا زندگی کی طرح
چُنا وہ گُل کہ ہے گلشن تمام کملایا

ماہنامہ ”مصباح“ ربوہ کے ”سیدنا طاہر نمبر“ میں شامل اشاعت مکرم عبدالسلام اسلام صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

جو تھا سراپا ناز وہ آخر چلا گیا
دنیا سے بے نیاز وہ آخر چلا گیا
وہ خُلق و خَلق کا کوئی شاہکار لاجواب
جو تھا کھلا سا راز وہ آخر چلا گیا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 11 Friday May 07 2004 Issue No. 19

بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رہیں، اب خلافت سے وابستگی میں ہی آپ کی زندگی اور بقا ہے۔

جب تک ہم قرآن پڑھ کر، سمجھ کر اس کی تعلیم کو اپنے پر اور اپنی نسلوں پر لاگو نہیں کریں گے، ہمارے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی

مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع ۲۰۰۳ء سے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

خداتعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع 2003ء 12-14 ستمبر بروز جمعہ، ہفتہ و اتوار بیت الفتوح مورڈن میں نہایت کامیابی سے منعقد ہوا۔

اجتماع کا افتتاح مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے بروز جمعۃ المبارک شام ساڑھے سات بجے پرچم کشائی سے کیا۔ اس کے بعد لندن اور دیگر قریبی علاقوں کے انصار اور اُن کے خاندانوں کے لئے ایک تربیتی فورم کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس میں کُل حاضری 1250 رہی۔ ان میں 450/انصار، 200/مہمان اور 600/خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ مکرم امیر صاحب یوکے کے افتتاحی خطاب کے بعد مکرم چوہدری ہادی علی صاحب ریجنل مبلغ اور مکرم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ نے حاضرین سے خطاب کیا۔ موضوعات تھے: بچوں کے سامنے والدین کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی ذمہ داری اور نماز کی اہمیت۔

اجتماع کے دونوں دن نماز تہجد کے علاوہ باقاعدگی سے درس القرآن اور درس الحدیث کے پروگرام منعقد ہوتے رہے۔ ہفتہ کی صبح بعض علمی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا جن میں تلاوت قرآن کریم اور نظم کے مقابلہ جات شامل تھے۔ ان مقابلہ جات کے دوران منصفین نے حصہ لینے والوں کی غلطیوں کی درستگی کی طرف بھی توجہ دلائی۔

ہفتہ کے روز ایک تبلیغی فورم کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے کی۔ اس کا مقصد نومبایعین کے مؤثر اظہار خیال کے بعد دعوت الی اللہ کی سرگرمیوں کی طرف انصار کی توجہ مبذول کرانا مقصود تھا۔ اس فورم سے مکرم جیمز ہلٹن صاحب، مکرم رانا منظور حسین صاحب، مکرم رانا طالب حسین صاحب اور مکرم علی موئنڈے صاحب نے خطاب کیا۔

ہفتہ کی شام چند ورزشی مقابلہ جات بھی منعقد ہوئے جس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یاد میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ پروگرام کے آغاز پر مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ برطانیہ نے مختصر خطاب میں حضورؒ کی تبلیغ سے متعلق انصار کو دی جانے والی ہدایات پر روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر حضورؒ کے انصاراللہ اجتماع 1988ء پر انصار سے کئے گئے خطاب کی ایک وڈیو بھی دکھائی گئی جس میں حضورؒ نے دعوت الی اللہ کی تلقین فرماتے ہوئے اس کے بہترین طریق بیان فرمائے تھے۔ حاضرین سے جن دیگر احباب نے خطاب کیا، ان میں مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن اور مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت برطانیہ شامل ہیں۔ اس موقعہ پر طاہر ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا جنہوں نے مکمل خاموشی سے اس پروگرام میں شرکت کی۔

اس سال انصار کے لئے ہیلتھ چیک اَپ، مختلف انصار کی پروگراموں پر کھینچے جانے والی تصویروں کی نمائش، اور تبلیغی سٹال بھی لگائے گئے۔

اتوار کے دن کی خاص بات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مقام اجتماع میں تشریف آوری تھی۔ حضور نے ازراہ شفقت کھیلوں کے فائنل مقابلہ جات دیکھے۔ جس میں رسہ کشی کا دلچسپ مقابلہ بھی شامل تھا جو انصار اور خدام کے درمیان منعقد ہوا۔ حضور انور نے انصار کے ساتھ کھانا تناول فرمانے کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں بھی پڑھائیں۔

اختتامی پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد صدر مجلس انصاراللہ مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے حضور انور کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور اجتماع کمیٹی کے تمام کارکنان اور ضیافت ٹیم کے کام کو سراہا جنہوں نے اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے خصوصی محنت کی تھی۔ حضور انور نے پہلی پوزیشن لینے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائے۔ جس کے بعد انصار سے خطاب کرتے ہوئے حضورؒ نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور کے خطاب کا خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ جن کو اپنے بچپن سے ہی اور جوانی میں ہی ہر وقت فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت کے مقصد کو پورا کیا جائے اور آپؑ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔ اور خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے ہی آپ اس بارہ میں بہت سوچا کرتے تھے اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروری 1911ء میں آپؓ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ ایک بڑے محل کا ایک حصہ گرایا جارہا ہے۔ ساتھ ہی ایک میدان میں ہزاروں پتھیرے اینٹیں پات رہے ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ محل جماعت احمدیہ ہے اور پتھیرے فرشتے ہیں۔ اور محل کا ایک حصہ گرایا جارہا ہے تاکہ بعض پرانی اینٹیں خارج کرکے بعض کچی اینٹیں پکی کی جائیں اور نئی اینٹوں سے محل کی توسیع کی جائے۔ نیز معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہم کو بہت کم ہے اور فرشتے ہی اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یہ کام کررہے ہیں۔ اس خواب کی بناء پر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے خلافت سے پہلے ہی ایک انجمن بنانے کا فیصلہ کیا تاکہ اس کے ذریعے سے احمدیوں کے دلوں میں ایمان کو پختہ کیا جائے اور فریضۂ تبلیغ کو با احسن وجوہ ادا کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے نہ صرف خود استخارہ کیا بلکہ کئی اور بزرگوں سے استخارہ کروایا اور کئی ایک دوستوں کو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات ہوئیں تب آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی اجازت سے (وہ دَور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا دَور تھا) ایک انجمن انصاراللہ کی بنیاد ڈالی اور اخبار بدر میں مفصل اعلان کروایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے، جو اُن دنوں میں بیمار تھے، بیماری کے باوجود آخر تک اس مضمون کا مطالعہ کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے فرمایا کہ میں بھی آپ کے انصاراللہ میں شامل ہوتا ہوں کیونکہ یہ پاک دل سے اُٹھی ہوئی ایک پاک تمنا تھی اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے بھی اس کام کو سراہا اور ظاہر ہے اس لئے بھی اس کی قدر کی کیونکہ جیسا کہ بعض اور حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے آپ کے علم میں تھا کہ آئندہ جماعت کی باگ ڈور اس شخص کے ہاتھ میں آنی ہے اور اس لئے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تو ہر وقت یہی خواہش ہوتی تھی اور کوشش ہوتی تھی کہ کون اسلام کی خدمت کے لئے آگے آئے اور میں اس کا ساتھ دوں، اپنے آپ کو اس انصاراللہ کی تنظیم میں شامل فرمایا۔

اس زمانہ میں اس تنظیم نے جس کی ممبر شپ اتنی وسیع نہیں تھی جو کام کئے وہ تو کئے لیکن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس رؤیا کے تقریباً 30 سال بعد وقت کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے 40 سال سے اوپر کی عمر کے ممبران جماعت کے سامنے کچھ مقاصد پیش کئے جو کہ قومی ترقی کے لئے، نسلوں کی تربیت کے لئے، انتہائی ضروری تھے۔ ایک تنظیم کا قیام فرمایا اور اس کا نام انصاراللہ رکھا۔

اس سے پہلے خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ اور جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں جن کاموں کی طرف جماعت کو توجہ دلائی وہ پانچ کام ہیں جن کو ہر فرد جماعت کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور عمر کے لحاظ سے سب سے زیادہ انصاراللہ کو اس پر توجہ دینی چاہیے اور وہ کام یہ ہیں: ۱۔ تبلیغ کرنا۔ ۲۔ قرآن پڑھنا ۳۔ شرائع کی حکمتیں بیان کرنا۔ ۴۔ اچھی تربیت کرنا۔ ۵۔ قوم کی دنیاوی کمزوریوں کو دور کرکے اُسے ترقی کے میدان میں بڑھانا۔

آپؓ نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ اگر یہ پانچ باتیں آپ میں پیدا ہوگئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ترقی کی رفتار کئی گنا بڑھ جائے گی۔ آپؓ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرین کا بھی یہی کام ہے جو صحابہ نے کیا اور صحابہ کے یہی پانچ اہم کام تھے، اور یہی ہم نے کرنے ہیں۔ تبلیغ ہماری ذمہ داری ہے۔ پیغام حق پہنچانا ضروری ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کا پیغام ہم نے بہرحال ہر صورت میں دنیا تک پہنچانا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کی کوشش کرنی ہے۔ انصار کی عمر ایک ایسی عمر ہے جس میں تبلیغ میں بہت ساری سہولتیں پیدا ہوجاتی ہیں اور اُس کی وجوہات ہیں۔ طبیعت میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے، اس عمر میں جذبات پر کنٹرول بھی عموماً پیدا ہوجاتا ہے۔ خیالات بھی میچور (Mature) ہوچکے ہوتے ہیں۔ پھر علم اور تجربہ بھی اس حد تک ہوجاتا ہے جس سے وہ خود بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور نوجوانوں کو بھی تبلیغ کے طریقے

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔